روزنامچۂ مقدس، از جناب ایس، ابن علی، اڈیٹر اخبار نیر اعظم، مراد آباد، ۲۲۴ صفحے، قیمت عہ

جناب ایس ابن علی، اردو کے غالباً سب سے پرانے اخبار کے بوڑھے اڈیٹر ہین، موصوف اسلامی مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے گئے تھے، واپس آکر اپنے تجربات اور حالات سفر روزنامچۂ مقدس کے نام سے چھاپے ہین، سفر کے حالات تاریخ وار درج ہین،

بچون کی تفسیر، ناشر دفتر قرآنی تحریک، حیدر آباد، دکن حجم ۱۳۵ صفحے، قیمت مع محصول مجلد عمر

یہ پارہ عم کی تفسیر اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ بچون کو بے معنی قرآن مجید نہ پڑھایا جائے، شروع مین ایک مترجم آیتون کا ایک سبق ہے، پھر آیتون کی تعداد بڑھائی گئی ہے، ہر سورہ کے ختم پر پورے سورہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے، لیکن بچے جس عمر مین قرآن مجید پڑھنا شروع کرتے ہین، اس عمر کے بچون کے لئے اولاً آیتون کے معانی کا سمجھنا دشوار ہے، پھر تفسیر مین جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ اور زیادہ ان کی سمجھ سے بالاتر ہے، یہ کتاب ۱۶ برس سے کم عمر کے بچون کے پڑھنے کے لائق نہین، اور ان کے لئے بھی اس سے زیادہ عام فہم سادہ جملون اور ہلکے لفظون مین آسان مضامین لکھنے کی ضرورت تھی،

دروس فارسی، حصہ چہارم، از جناب ابو المحاسن متین ناشر مکتبۂ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ، حیدر آباد دکن، ۱۰۰ صفحات، تقطیع چھوٹی، قیمت :- عمر

حیدر آباد کے مدرسون کی اونچی جاعتون کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے، اس مین فارسی کے قدیم وجدید نثر و نظم کے منتخبات درج ہین،

راہِ سعادت، حصہ اول از جناب ابو المحاسن صاحب متین، ۷۲ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت ۴ر

پتہ:- جناب حاجی غلام دستگیر، تاجر کتب چار کمان و شاخ عابد روڈ، حیدر آباد، دکن،

یہ رسالہ چھوٹے بچون کے نصاب تعلیم کے لئے لکھا گیا ہے، اس مین مختلف اخلاقی عنوانون پر چھوٹے چھوٹے مضامین ہین،

"ض"

جلد ۳۵ | ماہ شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۳۵ء | عدد ۲

مضامین

شذرات

اڈیٹر نے ۱۱ر جنوری ۳۵ء سے یکم فروری تک کا زمانہ لکھنؤ، لاہور، لدھیانہ، سہارنپور، دیوبند، اور دہلی میں گذارا، اور ہر جگہ علمی و تعلیمی اداروں اور کتبخانوں کی سیر کی، اس سفر کی اصلی دعوت، انجمن حمایت اسلام لاہور کی طرف سے تھی، انجمن کے قیام پر امسال پچاس برس گذر جائیں گے، انجمن اس موقع پر اپنی طلائی جوبلی منانا چاہتی ہے، اور اس کی یادگار میں ایک اسلامی زنانہ جامعہ قائم کرنے کا خیال رکھتی ہے، اسی تجویز پر غور کرنے کیلئے چند اصحاب کی ایک مجلس بلائی گئی تھی، تاکہ وہ اس کے لئے ایک عملی خاکہ کی بنیاد رکھے، چار پانچ روز رہ کر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے مشورہ سے ایک ابتدائی خاکہ بنا کر پیش کر دیا گیا ہے، جس پر مزید غور و خوض آیندہ کیا جائیگا،

لاہور کے احباب اور دوستوں نے بدستور کرمفرمائی کی، خواجہ عبد الوحید صاحب (سکرٹری اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوشن) پروفیسر صوفی تبسم صاحب، اور ڈاکٹر عبد القوی صاحب کی مخلصانہ عنایات یاد رہیگی، انجمن خدام الدین دیکھنے کی آرزو تھی، یہ لاہور کے مخلص خادمانِ دین کی بے ریا و بے غرض جماعت ہے، اس جماعت کے امام مولنا احمد علی صاحب ہیں، انجمن نے اپنی ایک مختصر سہ منزلہ عمارت بھی بنوالی ہے، جو زیادہ تر خود انجمن کے غریب ممبروں کے ہاتھوں اور کمائیوں سے بنی ہے، انجمن نے اب تک کم و بیش ایک لاکھ اصلاحی رسالے مسلمانوں میں بانٹے ہیں، عام کاروباری اور انگریزی خواں اصحاب کے لئے قرآن پاک کے روزانہ درس کا انتظام ہے، ۱۵ر ذیقعدہ سے ۱۵ر ذیحجہ تک سال میں تین مہینے فارغ التحصیل علما، کو

قرآن پڑھانے کے لئے مقرر ہیں، اسوقت بھی انجمن میں مشہور مدرسوں کے پچیس تیس فارغ علما، موجود تھے، ان میں زیادہ تر سرحد، ترکستان، سندھ، بلوچستان، اور پنجاب کے تھے، کچھ یوپی، بہار اور بنگال کے بھی تھے، ان کے سامنے امیرِ انجمن مولنا احمد علی صاحب کے اصرار سے قرآن پاک کے درس کی ضرورت و اہمیت پر بیٹھے بیٹھے کچھ تقریر کیگئی،

انجمن کا بڑا مقصد عام مسلمانوں تک قرآنِ پاک کو پہنچانا ہے، اس کے لئے وہ مولنا شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی کے ترجمہ کو مولنا احمد علی صاحب کے حواشی کے ساتھ بڑے اہتمام کیساتھ مختلف قسم کے کاغذوں پر چھپوا رہی ہے، مولنا نے اپنے ان حواشی میں جو متعدد مستند علمار کی نظروں سے گذر چکے ہیں، قرآن پاک کی آیتوں کے باہم ربط کے بیان پر خاص طور سے زور دیا ہے،

انجمن کی طرف سے یہ تجویز بھی زیرِ غور ہے کہ انگریزی میں ایک پندرہ روزہ مذہبی تبلیغی اصلاحی صحیفہ نکالا جائے اگر یہ تجویز عمل میں آگئی جسکی مالی خدمت کی ذمہ داری اٹھانے کیلئے انجمن آمادہ ہے، تو اسکا یہ کارنامہ، بہت سی باطل فروشیوں کی دکان کو سرد کر دیگا، اور دور دراز اسلامی ملکوں تک اس کی آواز پہنچ سکے گی،

آجکل جزیرہ ٹرینی ڈاڈ سے جو امریکہ کے قریب انگریزی عملداری ہے، ایک مسلمان جنکے باپ دادا ہیں کے رہنے والے تھے، یہاں اس غرض سے آئے ہوئے ہیں، کہ یہاں سے کوئی انگریزی داں عالم اپنے ملک کو لیجائیں ان صاحب سے پہلی ملاقات لکھنؤ میں دار العلوم ندوہ میں اور دوسری لاہور میں ہوئی، ان کا بیان ہے کہ ان کے جزیرہ میں پچیس تیس ہزار مسلمان آباد ہیں، انکی چند مسجدیں بھی ہیں، مگر چونکہ ان کے پاس اسلام پر انگریزی لٹریچر نہیں اور نہ ان کے بچوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام ہے، اس لئے اکثر نوجوان عیسائی مذہب نہیں، تو عیسائی تمدن میں گرفتار ہوتے جاتے ہیں، اگر ان کی یہی غفلت رہی تو شاید ایک زمانہ میں وہ مسلمان باقی بھی نہ رہیں،

یہ صرف جزیرہ ٹرینی ڈاڈ کا سوال نہیں، بلکہ ان تمام نوآبادیوں کا سوال ہے، جہاں مسلمان نوآبادکار

بسے ہیں، ماریشس، اسٹریلیا، مڈگاسکر، جنوبی و مشرقی افریقہ، اور دیگر مقامات جہاں مسلمان جاکر بسے ہیں، وہاں وہ صرف مزدوری، تجارت اور بیوپار کے لئے گئے، اور اپنی اصل سے کٹ گئے، اب انکی اولاد در اولاد وہاں آباد ہے، اور اب تک اپنے باپ دادوں کے بتائے اور سکھائے مذہب کو سینہ سے لگائے ہے، مگر یہ روایتی مذہب کبتک چل سکتا ہے، عیسائی مشنری اور دوسرے فرقِ باطلہ جن میں پیش پیش قادیانی ہیں، انکی تلاش میں منڈلا رہے ہیں، ضرورت ہے کہ ان مقامات کے مسلمانوں کی حفاظت اور تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ سامان کیا جائے،

جاپان کے شہر کیوبے میں ہندوستانی اور تاتاری مسلمانوں کی کوششوں سے اسلام کی سب سے پہلی مسجد کی بنیاد ڈالی جاچکی، اسی کیساتھ یہ رنج دہ خبر بھی سنی جاتی ہے کہ کیوبے اور ٹوکیو کے مسلمانوں میں باہم اختلاف پیدا ہوگیا ہے، ہم وہاں کے عاقبت اندیش مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ خدارا ان جراثیم کا اس سے پہلے کہ وہ مہلک ثابت ہوں، استیصال کرلیں، یہ التجا اُن سے اس **اسلام** کے نام پر ہے جسکی ترقی اور بلندی کیلئے وہ ازبس کوشاں ہیں،

تاریخِ ہند کی تحریک سے ہر جگہ دلچسپی لیجا رہی ہے، اور متعدد اہلِ قلم اسکے لئے اپنے خدمات پیش کر رہے ہیں، مگر اس کی مالی امداد کے سوال کا جواب ابھی تک صرف چند اہلِ کرم نے دیا ہے، کتاب کی جلدوں کا جو خاکہ ہم نے پیش کیا تھا، اس میں ہندوؤں کے عہد کی کوئی جلد نہیں رکھی تھی، مگر بعض ممتاز ماہرین کی رائے ہے کہ اس کی پہلی جلد ہندوؤں کے دور پر ہو، تاکہ ہندوستان کے قدیم نظامِ حکومت اور تمدن و معاشرت کی تصویر بھی اس مرقع میں موجود رہے،

بعض صاحبوں کا خیال ہے کہ تاریخ ہند سے پہلے تاریخِ اسلام کی ضرورت ہے، انکی اطلاع کے لئے گذارش ہے کہ تاریخ اسلام کا کام چند سال سے یہاں شروع ہے، اور اب وہ قریب ختم ہے، اور عجب نہیں کہ مختصر تاریخ اسلام جسکا عنوان "ہماری بادشاہی" ہے، اس سال چھپکر شائع بھی ہوجائے،

مقالات

نالندہ کی سیر

از

سید سلیمان، ندوی،

صوبہ بہار کے قصبۂ بہار شریف کے آس پاس چند میل کے فاصلہ تک بودھ زمانہ کے بیشمار آثار پائے جاتے ہین، ان مین سے کچھ کھود کر منظرِ عام پر لائے گئے ہین، اور کچھ اب تک زمین کے نیچے دبے ہین، ان دریافت شدہ قدیم آثار مین سب سے زیادہ اہم اور دلچسپ وہ بودھ خانقاہ یا درسگاہ ہے، جو ہندوستان کے پرانے سفرنامون اور یادداشتون مین **نالندہ** کے نام سے مشہور ہے؟

یہ مقام قصبہ بہار اور راجگیر کے بیچ مین واقع ہے، اور میرے وطن سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے دور دور سے بلکہ یورپ و امریکہ تک سے لوگ ان آثار کو دیکھنے آتے ہین، لیکن با این ہمہ قرب مجھے ابتک اس کی زیارت کا موقع نہین ملا، اور سعدی کا یہ طعن مجھ پر صادق آرہا تھا، "سبحان اللہ! دوران باخبر و نزدیکان بے بصر"، اس دفعہ جب مئی و جون مین وطن مین قیام کا اتفاق ہوا تو وطن کے کئی نوجوان عزیز اس کو دیکھنے گئے، اور واپس آکر اس کے بعض حالات بیان کئے، اس "گفتار" نے "دیدار" کا شوق پیدا کیا، میرے عزیزون مین لوکل سید عبدالحکیم صاحب گو بوڑھے نہین، مگر جوان بھی نہین، تاہم ارادہ اور عزم جوانون کا رکھتے ہین، انھون نے تحریک کی، اور شاہ محمد قاسم صاحب بیرسٹر رئیس قصبہ بہار و متولی وقف ریاست صغریٰ بیگم نے اپنی کار بھیجکر سفر کی مشکل حل کی، تو اب کیا عذر ہوسکتا تھا سید عبدالحکیم صاحب اور برادرم سید عبدالقیوم صاحب جو میرے بردیسی کام کے

اعزازی ذمہ دار ہین، ساتھ ہوئے، اور صبح سویرے یہ مختصر قافلہ سفر کے لئے اٹھ کھڑا ہوا، ابھی آدھا راستہ بھی

طے نہین ہوا تھا کہ موٹر کو وہ افتاد پیش آئی جس کو اہلِ منطق کی اصطلاح مین مغالطۂ عامۃ الورود کہتے ہین

یعنی پنکچر، جو ہر موٹر کو ہر وقت پیش آسکتا ہے،

نالندہ کا رقبہ اور دفتر | خیال ہوا کہ اس جاترے کے لئے یہ شگون اچھا نہین ہوا، مگر عزم درست تھا، اس لئے برابر

ہی آگے بڑھ گئے، خدا نے مدد کی، اور شوفر نے پہیہ جلد بدل لیا، پون گھنٹہ کے سفر کے بعد بی لائٹ ریلوے

اسٹیشن نالندہ آیا، یہان سے مقامِ مذکور تک جو بہت قریب ہے، سڑک جاتی ہے، چنانچہ چند منٹ کے بعد ہم

نالندہ کے سامنے تھے، ڈسٹرکٹ بورڈ نے سڑکین بنوادی ہین، نالندہ کے سامنے محکمۂ آثار کی طرف سے نالندہ

سے برآمد شدہ اشیاء کے لئے ایک مختصر بنگلہ مع احاطہ و باغ بنوایا گیا ہے، اسکو گویا نالندہ کی قدیم اشیاء کا عجائب خانہ

سمجھئے، اس مین نالندہ کے آثار گھر کا دفتر ہے، نالندہ کی سیر کے ہر شائق کو پہلے اس دفتر مین جاکر چار آنے کا ٹکٹ

خریدنا چاہئے اور اس کو لے کر نالندہ کے کھنڈرون مین قدم رکھنا چاہئے،

عجائب خانہ | اس بنگلہ کے دو کمرون مین نالندہ کی زمین سے نکلی ہوئی چیزین قرینہ سے رکھی گئی ہین، مین نے یہان

سنا کہ عمدہ اور قیمتی چیزین کلکتہ میوزیم مین بھیجدی گئی ہین، یہان کمرون مین زیادہ تر بودھ کی چھوٹی چھوٹی مورتیان

دھات کی بنی ہوئی ہین، مٹی کی مہرین، چند سکے، بخوردان، لوہے کے قفل، تانبے کے برتن، اینٹین جنپر عبارتین

کھدی ہین اور بعض جانورون کے مجسمے بھی ہین، مٹی کے بدھنے جیسے مسجدون مین ہوتے ہین، ان کی بھی خاصی تعداد

تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی عبادتگاہون مین اس قسم کے بدھنون کا ہونا ہندوستان کی پرانی بات ہے،

پتھرون اور پترون پر کھدے ہوئے وہ سندات بھی ہین جنہین لکھ کر راجاؤن نے گاؤن اور جائدادین اس خانقاہ

پر وقف کی تھین جس چیز کو یہان دیکھ کر سب سے زیادہ تعجب ہوا وہ تلوارون اور دوسرے آہنی ہتھیارون کا وجود ہے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان لڑائی اور حفاظت کا سامان بھی تھا،

بڑاگاؤن | نالندہ اب نام پڑا ہے، ان آثار کی دریافت سے پہلے، اس گاؤن کا نام بڑاگاؤن تھا جس کو عام طور سے

بڑگاؤن کہا جاتا ہے، جو اس دیار کے مشہور رئیس جناب چودھری ظہور الحق صاحب مرحوم کی زمینداری مین واقع

تھا، یہان بڑے بڑے اونچے ٹیلے تھے، جنپر اتنی مٹی جم گئی تھی کہ ان مین بے خطر کھیتی ہوتی تھی، اس مقام سے

بہت کم فاصلہ پر وہ گاؤن ہے، جو آج بھی جینیون کا مرکز ہے، اور اس مین اُن کی عمارتین ہین، ان

ٹیلون اور گاؤن کے بیچ مین پیپل کا بڑا درخت ہے جس کے چارون طرف احاطہ کھینچا ہے، اس احاطہ کے اندر

اس درخت کے نیچے بودھ کی ایک بہت بڑی مورتی جو سیاہ پتھر کو کاٹ کر بنائی گئی ہے، زمین پر مدت سے

رکھی ہوئی ہے، اس کا نام عام طور سے تلیا بھنڈار مشہور ہے، اس احاطہ سے باہر میدان مین گاؤن کی جانب

ایک دوسری مورتی کھڑی ہے،

نالندہ کی تلاش | چین کے ایک بودھ سیاح نے جو ساتوین صدی عیسوی کے وسط مین ہندوستان آیا تھا، نالندہ نام

ایک عظیم الشان بودھ درسگاہ کا ذکر کیا تھا، اس کی جاے وقوع انہی اطراف مین ظاہر کی تھی، بعض قدیم آثار

کے شائق یورپین گھومتے پھرتے ادھر بھی آنکلے، اُن کو ان مورتیون کو دیکھکر ان ٹیلون کے اندر آثارِ قدیمہ کے

مخفی خزانہ کے دفن ہونے کا خیال ہوا، سب سے پہلے مسٹر براڈلے (BROADLEY) نے جو اٹھارہوین

صدی کے ربع آخر مین بہار کے ڈپٹی مجسٹریٹ تھے، جنرل کنگھم (CUNNINGHAM) کی معیت مین

ان آثار کی تفتیش کی، پھر آثار قدیمہ کے دوسرے شائقین آتے رہے، اور کھود کھود کر یہان سے چھوٹی موٹی

چیزین لے جاتے رہے،

کھدائی | بالآخر روز بروز یہ خیال راسخ ہوتا گیا کہ نالندہ کی خانقاہ مٹی کے انہی ڈھیرون کے نیچے ہے، حکومت

ہند کے محکمۂ آثار نے ۱۹۱۵ء مین ادھر توجہ کی، اور اُن کی کھدائی کا کام شروع کیا، کھدائی جیسے جیسے زیادہ گہری

ہوتی گئی خانقاہِ مذکور کی دیوارین اور بنیادین جون کی تون نکلنی شروع ہوگئین، حکومت نے اپنے خزانہ سے

کام کی تکمیل کے لئے پچیس ۲۵ ہزار سالانہ منظور کئے، یہ رقم سال بسال اس پر خرچ ہوتی رہی، اور ہر سال کچھ نہ کچھ نئے

آثار برآمد ہوتے رہے، چنانچہ اس وقت دیکم جولائی ۱۹۳۴ء تک گیارہ ۱۱ عمارتون کی بنیادین اور دیوارین پہلو بہ پہلو

برآمد ہو چکی ہین،

یہ عمارت دراصل بودھیون کی خانقاہ تھی جسمین بودھ مت کے پجاری، فقیر اور پیشوا رہتے تھے،،
رفتہ رفتہ ان کی موجودگی مین اس کی حیثیت خانقاہ کے علاوہ درسگاہ کی بھی ہوتی گئی،

نالندہ کے متعلق قدیم بیان نالندہ کی قدیم تاریخ کے متعلق جہا مہو پادھیا گوری شنکر ہیرا چند اوجھا نے اپنے خطبات
موسومہ "قرون وسطی مین ہندوستانی تہذیب" مین حسب ذیل حالات بیان کئے ہین،

"نالندہ کے دار العلوم کی بنا مگدھ کے راجہ شکرادتیہ نے ڈالی تھی، اس کے بعد کے راجاؤن نے بھی اس کی کافی رعایت کی، اس جامعہ کے قبضہ مین ۲۰۰ سے زیادہ موضع تھے، جو مختلف راجاؤن کے عطیے تھے، انہی مواضعات کی آمدنی سے اسکا خرچ چلتا تھا، یہان دس ہزار طالب علم اور ڈیڑھ ہزار اتالیق رہتے تھے، دور دراز ممالک سے بھی طلبہ تحصیل کے لئے آتے تھے، چارون طرف اونچے اونچے وہار اور مٹھ بنے ہوئے تھے، بیچ بیچ مین مدرسے اور دار المناظرے تھے، اس کے چارون طرف بودھ علماء اور مبلغین کی سکونت کے لئے چو منزلہ عمارتین تھین، خوشنما دروازون، چھتون، اور ستونون کی شان دیکھکر لوگ حیرت مین آجاتے تھے، وہان کئی بڑے بڑے کتب خانے اور چھ بڑے بڑے ادارے تھے، طلبہ سے کسی قسم کی فیس نہین لیجاتی تھی، اس کے برعکس انہین ہر ایک ضروری چیز کھانا، کپڑا، دوا، کتابین، مکان، وغیرہ مفت دیئے جاتے تھے، اونچے درجون کے طلبہ کو ایک بڑا کمرہ اور نیچے درجون کے طلبہ کو معمولی کمرہ دیا جاتا تھا،[1]

اس جامعہ مین بودھ ادبیات کے علاوہ وید، ریاضیات، نجوم، منطق، ویاکرن، طب وغیرہ مختلف علوم کی تعلیم دیجاتی تھی، وہان سیارون اور فلکی عجائبات کے مشاہدے کے لئے رصدگاہین بنی ہوئی تھین، وہان کی آبی گھڑی مگدھ والون کو وقت بتلاتی تھی، اس جامعہ مین داخل ہونے

[1] بیل، بدھسٹ رکارڈس آف دی ویسٹرن ورلڈ، جلد ۲، صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸،

کے لئے ایک امتحان دینا پڑتا تھا، یہ امتحان بہت سخت ہوتا تھا، اور کتنے ہی طلبہ ناکام رہجاتے تھے پھر بھی دس ہزار طلبہ کا ہونا حیرت کی بات ہے، اس کے فارغ التحصیل طلبہ مستند عالم سمجھے جاتے تھے، ہرش نے اپنے دار السلطنت کی تقریب مین نالندہ سے ایک ہزار علماء مدعو کئے تھے، مسلمانون کے زمانہ مین اس یادگار اور فیض بار جامعہ کی ہستی خاک مین مل گئی"

نالندہ کی تباہی اوجھا صاحب نے آخری سطر مین جو بات کہی ہے وہ اتنی ترمیم کے ساتھ صحیح ہے کہ نالندہ کی خانقاہ یا درسگاہ مسلمانون کے زمانہ مین نہین، بلکہ محمد بختیار خلجی کے حملۂ بہار کے وقت اثنائے جنگ مین ایسی منتشر و پراگندہ ہوئی، کہ پھر اوسکا شیرازہ نہ بندھ سکا، اس حملہ کی کیفیت قاضی منہاج سراج نے طبقات ناصری مین سنہ ۶۴۱ھ مین ایسے شخص سے سن کر لکھی ہے جو بختیار خلجی کے ساتھ اس جنگ مین شریک تھا، عبارت یہ ہے،

یک دوسال برین منوال بدان حوالی وولایت میدوانید، تا استعداد حصارِ بہار کرد ثقات رواۃ چنین روایت کردند کہ با دوسیت برگستوان بدرِ قلعۂ بہار رفت و مغافصہ جنگ پیش برد، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چون بدرِ حصار وصول افتاد، جنگ پیش بردند، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چون محمد بختیار خود را بقوت و دلیری در تنورۂ[2] دروازۂ آن حصار انداخت و قلعہ را فتح کرد، و غنائم بسیار بدست آورد بیشتر ساکنانِ آن موضع برہمنان بودند،

محمد بختیار خلجی ایک دو سال اسی طرح بہار کے اطراف مین گھوڑا دوڑاتا رہا، یہانتک کہ بہار کے حصار کی تیاری کی، معتبر راویون نے بیان کیا کہ دو سو زرہ پوشون (زرہ پوشون؟) کے ساتھ بہار کے قلعہ کے دروازہ پر گیا، اور ناگہانی طور سے لڑائی شروع کردی، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب حصار کے دروازہ تک پہنچنے کا اتفاق ہوا، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محمد بختیار نے اپنے کو بہادری و دلیری کے ساتھ اُس حصار کے دروازہ کے شگاف مین ڈالدیا، اور قلعہ کو فتح کرلیا، اور

[2] کذا و شاید کہ در تنوزہ باشد یعنی شگافتہ و چاک "س"

سر ہا تراشیدہ داشتند، ہمہ کشتہ شدند، و در آنجا
کتب بسیار بود، چون کتب بسیار در نظر اہل
اسلام آمد، جماعتے را طلب کردند کہ تا از معانی
آن کتب اعلامی بازدہند، جملہ کشتہ شدہ بودند
چون معلوم شد تمامت آن حصار و شہر مدرسہ
بود، و بہار بلغت ہندوی اسم مدرسہ باشد،
چون آن فتح برآمد با غنائم بسیار بازگشت،
(۱۴۷ - ۱۴۸ - کلکتہ)

بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا، اس مقام کے زیادہ تر
رہنے والے برہمن (بودھ عالم) تھے، سر کے بال
منڈے ہوئے، یہ سب مارے گئے، اور وہان
کتابین بہت تھین، جب وہ کتابین مسلمانون
کی نظر مین آئین، تو کچھ لوگون کو طلب کیا، جو
ان کتابون کے مطلب سے خبر دین، سب ہی
مارے جا چکے تھے، معلوم ہوا کہ یہ پورا حصار
اور شہر مدرسہ تھا، اور بہار ہندوی زبان مین مدرسہ
کا نام ہے، جب یہ فتح ہو گیا تو بہت سے مال غنیمت

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حملہ آورون کو اس حصار کا مدرسہ یا درسگاہ ہونا پہلے سے معلوم نہ تھا، نہ انھون نے عمارتون کو برباد کیا، اور نہ کتابون کو غالبًا نقصان پہنچایا، عمارتون کے نقصان نہ پہنچنے کی شہادت تو آثار آج بھی دے رہے ہین، تمام دیوارین، ہال، کمرے، اور کمرون کے اندر کے خشتی چبوترے بعینہ موجود ہین، البتہ جو چیز نہین ہے وہ چھتین ہین، چھتون کا کہین وجود نہین،

سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ برآمد شدہ عمارت اس طرح سہ منزلہ ہے، کہ ایک منزل تو زمین کے برابر ہے، دوسری زمین کے اوپر ہے، اور تیسری اس کے اوپر ہے، اور ان مین ہر منزل کی بنیاد نئے بڑے بڑے پتھر، مگر اس طرح اس پر کھڑی کی گئی ہے کہ ہر منزل دوسری منزل سے بے تعلق اور بغیر کسی جوڑ کے ہے، اگر ممکن ہو تو ہر منزل کو دوسری منزل سے علحدہ کر کے اس طرح اکھاڑ سکتے ہین کہ نیچے کی منزل کو ذرا سا بھی نقصان نہ پہنچے، ہر منزل کی نالیان اور بڑے بڑے پرنالے الگ الگ ہین، محکمۂ آثار کے محقق کہتے ہین کہ یہ تینون منزلین تین راجاؤن کے زمانہ مین الگ الگ بنی ہین، اور دوسرے قرائن سے یہ ثابت کیا گیا کہ

یہ مقام مسلمانون کی آمد سے پہلے بھی متعدد بار ویران اور آباد کیا جا چکا ہے، چنانچہ نالندہ کے بعض اندرونی سنگی دروازون کو آگ لگائے جانے کے آثار بھی پائے جاتے ہین، غالبًا بودھون کے دشمن ہندو برہمنون نے اس کے مٹانے کی کوششین بار بار کی ہین،

اس درسگاہ کے بند ہو جانے کی وجہ غالبًا یہ ہوئی ہوگی کہ محمد بختیار خلجی کے قبضۂ بہار کے بعد وہ زمینین اور جائدادین جو نئے فاتحون کے ہاتھون مین آئین، وہ پھر بطور وقف باقی نہ رہین جس کی آمدنی سے یہ درسگاہ چل رہی تھی، اور چونکہ بودھ دھرم کے ماننے والے اس ملک مین باقی نہین رہے تھے، اس لئے ان اوقاف کے دوبارہ اجراء کے لئے ہندو رعایا کی طرف سے کوئی تحریک نہین ہوئی ہوگی،

طبقات ناصری کی عبارت بالا مین "برہمن" سے مقصود، ہندو برہمن نہین ہین، بلکہ بودھ مذہب کے لکھنے پڑھنے والے عالم مراد ہین، بہار کا لفظ اصل "وہیار" ہے، جس کے اصلی معنی مدرسہ کے نہین، بلکہ خانقاہ و معبد کے ہین، اور چونکہ وہ درس و تدریس کے کام مین بھی آتا تھا، اس لئے اس سے درسگاہ کا مطلب سمجھنا بھی درست ہے،

نالندہ کا زمانہ

چینی سیاح فاہیان (FAHIAN) جو ۴۰۵ء اور ۴۱۱ء کے درمیان ہندوستان مین آیا تھا، اپنے سفرنامہ مین نالندہ کا کوئی ذکر نہین کرتا، لیکن دوسرا مشہور چینی سیاح یان چانگ (YAN CHWANG) جس نے ۶۳۰ء اور ۶۴۵ء کے درمیان ہندوستان کا سفر کیا تھا کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس مقام کے حالات بیان کرتا ہے، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ نالندہ کی مشہور خانقاہین ۴۵۰ء اور ۶۰۰ء کے درمیانی زمانہ مین تعمیر ہوئی تھین،

نالندہ کے بانی

یان چنگ کی روایت ہے کہ پانچ سو تاجرون نے ایک لاکھ طلائی سکون کے معاوضہ مین یہ زمین خرید کر گوتم بدھ کو پیش کر دی تھی اور اُس نے تین ماہ تک وہان شریعت کی تبلیغ کی، یان چانگ ہی کا بیان ہے کہ نالندہ کی پہلی خانقاہ سکرادیتیا (SAKRADITYA) نامی اس ملک کے ایک قدیم راجا نے تعمیر کرائی

لہ یہ حالات تمامتر نالندہ کے مختصر رہنما (گائڈ) بزبان انگریزی مصنفہ ایم ایچ قریشی قائم مقام سپرنٹنڈنٹ، محکمۂ آثار قدیمہ، پٹنہ سے لئے گئے ہین،

تھی، اور اس کے بعد پانچ دوسرے راجاؤن نے جنمین سے چار سکرادیتا کی اولاد مین تھے اور پانچوان وسط ہند کا ایک راجا تھا اس اصلی خانقاہ کے شمال، جنوب، اور مشرق کی جانب دوسری خانقاہین تعمیر کرائین،

نالندہ کے مشائخ یان چانگ کے زمانہ مین اس خانقاہ مین بودھ مذہب کے کئی ہزار مشائخ رہتے تھے جنکی اعلیٰ لیاقت کا شہرہ دور دور پھیلا ہوا تھا اس خانقاہ کا رئیس رہبان سیلا بھدر تھا،

نالندہ کے موجودہ آثار نالندہ کے آثار مین اینٹ کی قدیم عمارتون کے کثیر التعداد کھنڈر مین جو دو ہزار فٹ لمبے اور سات سوفٹ چوڑے خط مین پھیلے ہوئے ہین، مغرب کی جانب ایک قطار اسٹوپا کی ہے جنمین سے بعض بہت بڑے اور اکثر بالکل چھوٹے ہین، اس قطار کے مشرق مین ایک سلسلہ خانقاہون کا ہے جنمین سے متعدد خانقاہین محکمہ آثار قدیمہ نے کھود کر باہر نکال لی ہین،

سب سے بڑا اسٹوپا[1] یہ ایک عظیم الشان مربع عمارت ہے جس کے گرد متعدد چھوٹے چھوٹے اسٹوپے ہین، ان مین سے اکثر دو دو اور تین تین ایک کے اوپر ایک بنے ہوئے ہین، کھودائی کے سلسلہ مین دیکھا گیا کہ سب سے بڑا اسٹوپا بھی پہلے چھوٹا تھا، بعد مین متعدد اسٹوپے اس کے اوپر اور چارون طرف تعمیر ہوتے گئے، چنانچہ اس وقت اس کے اوپر سات اسٹوپے ایک پر ایک بنے ہوئے ہین، ان مین سے پہلے کے تین اسٹوپے اس تودے کے اندر مدفون پائے گئے تھے، وہ سب بارہ فٹ مربع نیچے دفن تھے، بقیہ چار اسٹوپون کی عمارتین زیادہ وسیع ہین اور ان پر جانے کے لئے شمالی رخ پر چوڑی چوڑی سیڑھیان بنی ہوئی ہین، ان مین سے چوتھا اسٹوپا سب سے زیادہ دلچسپ اور سب سے زیادہ اچھی حالت مین ہے، اس مین خوبصورت طاقچون کی قطارین بنی ہوئی ہین، اور گوشون کے مینارون پر گوتم بدھ اور بودھ مذہب کے مشاہیر کے مجسمے بنے ہوئے ہین، چونکہ اصلی اسٹوپا ہر اضافہ کے بعد وسعت اور بلندی مین بڑھتا گیا، اس لئے اس کی سطح بھی رفتہ رفتہ بلند ہوتی گئی، اور بہت سے چھوٹے چھوٹے اسٹوپے اس کی سطح کے نیچے کھود کر برآمد کئے گئے ہین جنمین سے بعض کا ایک حصہ اور بعض بالکل زمین کے اندر غائب ہوگئے

[1] بودھیون کی قبرون اور یادگارون پر زمین سے اوپر تک لمبے منارے کھڑے کئے جاتے تھے، انکو اسٹوپا کہتے ہین، "س"

تھے، اس اسٹوپا کے شمالی مشرقی گوشہ پر ایک بلند چبوترہ ہے، جس پر متعدد چھوٹے چھوٹے اسٹوپے بنے ہوئے ہین، اور اس کے ایک گوشہ مین ایک معبد کی مربع عمارت ہے، اس مین اولوکیتیسور کا ایک کھڑا مجسمہ ہے، جنرل کننگھم کا خیال ہے کہ یہی وہ اصلی اسٹوپا ہے جس کی نسبت یان چانگ نے لکھا ہے کہ وہان گوتم بدھ نے تین ماہ تک قیام کر کے شریعت کی تبلیغ کی تھی،

اصلی اسٹوپا کے جنوب مشرق مین ایک چھوٹا سا عبادت خانہ ہے، جس مین ایک سنگی مجسمہ ہے، خیال کیا جاتا ہے کہ یہ بودھ مذہب کے مشہور عالم اور فلسفی ناگ ارجن کا مجسمہ ہے،

اس اسٹوپا کے مشرق جانب دو خانقاہون کے کھنڈر ہین اور اس کے بعد شمال مشرق کی طرف ایک بڑی خانقاہ ہے، جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے سب سے زیادہ ممتاز ہے،

خانقاہ نمبر ۱ اس بڑی خانقاہ کی ڈیوڑھی کے شمالی مغربی گوشہ مین ایک کتبہ تانبے کی تختی پر کھدا ہوا پایا گیا ہے، یہ کتبہ بنگال کے پالا خاندان کے تیسرے فرمانروا دیوپال کا ہے، جو نوین صدی عیسوی کے نصف آخر مین حکومت کرتا تھا، اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سماترا کے راجا سری بالاپتر دیو نے ایک خانقاہ نالندہ مین تعمیر کرائی اور اپنے ملک کے پانچ گاؤن دیوپال کو دیئے جس کے معاوضہ مین دیوپال نے راجا گرہا (موجودہ راجگیر) اور گیا کے ضلعون کے چند گاؤن جو سری (یعنی پٹنہ) کی قسمت مین واقع تھے، اس خانقاہ کی نگہداشت اور جو راہب نالندہ مین آئین، اُن کے آرام وآسائش کے لئے دیدیئے،

نالندہ کی کھودائی سے ایک اہم بات یہ معلوم ہوتی ہے، کہ یہ مقام متعدد بار ویران اور آباد ہوا، چنانچہ جس مقام پر یہ خانقاہ واقع ہے وہان زمین کی نو تہین برآمد ہوئی ہین، جو ایک دوسرے کے نیچے دبی ہوئی تھین، ان مین سے ہر تہ پر پختہ فرش اور مسار شدہ دیوارون کے نشانات پائے گئے ہین،

قیاس ہے کہ خانقاہ کا زیرین حصہ جس کے حجرے مغرب، جنوب، اور مشرق کی جانب دکھائی دیتے ہین، راجا دیوپال کے عہد مین تعمیر ہوا تھا، خانقاہ مین راہبون کے لئے حجرے ہین جن کے سامنے ایک چوڑا برآمدہ ہے اور اس کے

آگے ایک کھلا ہوا مستطیل صحن ہے، جس کے وسط مین مشرق کی طرف خانقاہ کا خاص معبد واقع ہے، متعدد حجرون کو کھودنے سے ایک قدیم تر خانقاہ کے آثار ملے ہین جو دیوپال کی تعمیر کردہ خانقاہ سے پانچ فٹ نیچے دبی ہوئی تھی، خانقاہ کے خاص معبد مین پہلے گوتم بودھ کا ایک عظیم الشان مجسمہ نصب تھا جس کی ٹانگون کے آثار اب تک موجود ہین، مشرقی برآمدہ مین بھی چند ٹوٹے ہوئے سنگی مجسمے پائے گئے ہین جنمین سے ایک "تین دنیاؤن" جنت، دوزخ، اور زمین، کے فاتح "تریلوکیاوجے" کا مجسمہ ہے، صحن کے وسط مین مستطیل شکل کا ایک ٹھوس اور بہت بلند چبوترہ ہے،

خانقاہ کے زیرین اور بالائی حصہ کے درمیان تقریباً چودہ[۱۴] فٹ کا فرق ہے، زیرین حصہ تک پہنچنے کے لئے چوڑی چوڑی سیڑھیان بنی ہوئی ہین، اسی حصہ مین دو کمرے بھی ہین جن کی چھتین قبہ دار ہین، مسلمانون کی فتح سے قبل محرابی چھتون کی یہ پہلی مثالین ہین، یہ نہین معلوم ہوسکا کہ یہ کمرے کس غرض سے تعمیر کئے گئے تھے، کیونکہ ان کے اندر کوئی چیز نہین ملی، کمرون کے سامنے برآمدہ مین سنگ تراشی کے چند دلچسپ نمونے ملے ہین، ان مین ایک سنگی لوح بھی ہے، جس پر گوتم بدھ کی زندگی کے آٹھ خاص واقعات درج ہین، یعنی پیدایش، انوار و تجلیات کا ظاہر ہونا، آسمان مین تراياسترمیا سے نزول کرنا، بندرون کا پیالۂ شہد پیش کرنا، پاگل ہاتھی، نالاگیری کو رام کرنا، بنارس کے سبزہ زار غزالان مین پہلا خطبہ، معجزہ سراوستی، اور مہاپرنیروان،

خانقاہ نمبر۴ بڑی خانقاہ کے نیچے مغرب جانب ایک دوسرا زینہ ہے جو ایک قدیم تر خانقاہ کو جاتا ہے، اس عمارت کی ایک نمایان شے وہ روشندان ہے جسکا ایک حصہ ابتک باقی ہے، نالندہ کی کسی دوسری عمارت مین ایسا روشندان نہین ملا ہے، اس خانقاہ کے شمالی نصف حصہ کے کھودنے سے معلوم ہوا کہ اس کی سطح کے نیچے غالباً راجا دیوپال کے عہد کی بنی ایک اور خانقاہ تھی، اس دوسری خانقاہ کے شمالی برآمدہ مین کمارگپت (۴۱۳ء تا ۴۵۵ء) کا ایک طلائی سکہ ملا ہے، جس پر ایک تیرانداز کی تصویر بنی ہوئی ہے، اور جو نالندہ کے قدیم ترین آثار مین سے ہے، اس خانقاہ کے جل کر برباد ہوجانے کا ثبوت اس کی جلی ہوئی چوکھٹون اور اینٹون سے ملتا ہے،

خانقاہ نمبر۵ خانقاہ نمبر۴ کے ایک جنوبی مشرقی حجرہ سے ایک زینہ خانقاہ نمبر۵ کو اترتا ہے، جس کے حجرون کی صرف

مشرقی قطار ابتک برآمد کی گئی ہے،

خانقاہ نمبر۶ اس مین حجرون کی دو قطارین ہین، جو ایک دوسرے کے پیچھے واقع ہین، اس خانقاہ مین پختہ اینٹون کے دو صحن ہین، ان مین سے ایک صحن اس قدیم تر خانقاہ کا ہے جو پہلے تعمیر ہوئی تھی، اور جس کے مسمار ہوجانے کے بعد یہ دوسری خانقاہ بنائی گئی، بالائی صحن مین دو چولھے پائے گئے ہین، جنپر راہب کھانا پکاتے تھے، اس خانقاہ کے صحن مین بھی دوسری خانقاہون کی طرح ایک کنوان ہے،

خانقاہ نمبر۷ یہ خانقاہ جس مقام پر واقع ہے وہان دو خانقاہین اس سے قبل آباد تھین جن کے کھنڈر اس خانقاہ کے نیچے کھودنے سے پائے گئے ہین،

خانقاہ نمبر۸ خانقاہ نمبر۷ کے شمال مین خانقاہ نمبر۸ واقع ہے جس کی کھودائی ابھی ختم نہین ہوئی ہے،

سنگی مندر نمبر۲ خانقاہ نمبر۷ کی پشت پر یعنی مشرق جانب ایک مسمار شدہ سنگی مندر ہے، جس کی دیوارون پر باہر کی جانب سنگ تراشی کے نہایت خوبصورت نمونے بنے ہوئے ہین، ان مین مختلف اشخاص مثلاً شیو اور پاروتی، کارتیکیا مع اپنے طاؤس کے، اور گوتم بودھ کی جو قلم دوات لئے ہوئے بیٹھا ہے، تصویرین بنی ہوئی ہین، ان کے علاوہ مختلف مناظر کی تصویرین بھی ہین،

مندر سے تقریباً سو گز کے فاصلہ پر شمال مغرب کی جانب ایک بہت بڑا اسٹوپا ہے، جو اسٹوپا کی قطار کے شمالی سرے پر اوتالی دھراہر کے تودے کے نیچے دفن ہے، اس اسٹوپا کا صرف ایک حصہ ابھی کھود کر نکالا گیا ہے، تودے کی جڑ مین مشرق جانب گوتم بودھ کا ایک کھدا ہوا مجسمہ ہے، اسی سے ملی ہوئی ایک چہار دیواری ہے، جس کے اندر گوتم بودھ کا جو مقامی طور پر ٹیلک بھیرو کے لقب سے مشہور تھا ایک عظیم الشان مجسمہ ہے،

نالندہ کا اخیر دور نالندہ کی شہرت تمام قرون وسطیٰ مین دور دور پھیلی ہوئی تھی، مگدہ (موجودہ صوبہ بہار) کو جو شہرت بودھ مذہب کے مرکزی مقام کی حیثیت سے حاصل تھی اسکا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ چین کے شہنشاہ واتی یا سیاؤین نے ۳۹۵ء مین ایک وفد مگدھ کو اس غرض سے بھیجا کہ وہ اس مذہب کی کتابین

جمع کرکے کسی فاضل سے انکا ترجمہ چینی زبان مین کرائے، مگدھ کے راجا نے جو اُس وقت غالبًا جیوتیا گپ
اوّل یا کمار گپت سوم تھا، شہنشاہ کی خواہش کو بخوشی منظور کیا اور فاضل پرمارتھا کو اس کام پر مقرر کیا، پ
کئی سال تک ہندوستان مین قیام کرکے پرمارتھا کو لیکر چین کو واپس ہوا، پرمارتھا اپنے ساتھ اپنی سرز
کتابون کا ایک بڑا ذخیرہ لیتا گیا تھا، آٹھوین صدی کے بعد بھی جب مگدھ کا سیاسی انحطاط شروع ہوگیا تھا،
نالندہ کی سابق شہرت بدستور قائم رہی اور پالا خاندان کے فرمانروا اسکی سرپرستی کرتے رہے، تیرہوین صدی
مین محمد بختیار خلجی کی فتح مگدھ کے بعد ان خانقاہون مین درس و تدریس کا سلسلہ بند ہوگیا،

رصدخانہ کا نشان نہین گوری شنکر ہیرا چند اوجھا جی نے اوپر کے اقتباس مین یہان کے رصدخانہ کا ذکر کیا
مگر اس درسگاہ و خانقاہ کے جو آثار اب تک نکلے ہین، ان مین رصدخانہ کا کوئی نشان نہین ہے، معلوم نہین
یہ کس سند سے انھون نے لکھا ہے،

بعض تعمیری خصوصیات مین نے اور میرے رفقا نے ان تمام مقامات کی سیر کی، اس وقت تک پہلو بہ پہلو گیارہ عمارتین نک
جو تعمیر کے لحاظ سے ہو بہو ایک ہین، عام طرز یہ ہے کہ بیچ مین وسیع صحن، صحن مین اینٹون کا فرش، صحن کے بیچ مین ایک کنوان
صحن کے چارون طرف اینٹ کے پایون پر سائبان، سائبان کے پیچھے، کہین چھوٹے اور کہین بڑے مسلسل کمرے، بڑے کمرون
مین ادھر اودھر دیوار کے قریب دو لمبے چبوترے جو سونے کے کام مین آتے، اور چھوٹے کمرون مین ایک چبوترہ، چبوترون کے پاس دیوار
مین ایک طاق، جسکے اندر جو الماری کیطرح دیوار کے اندر ہی اندر لمبا جوف یا خول، ہمارے رہنما نے ہمکو بتایا کہ یہ طالبعلمون
کے رہنے کے کمرے ہین، یہ چبوترہ ان کے سونے کے لئے، اور یہ طاق اور الماری کتابون کے رکھنے کے لئے،
یہ تمام عمارتین اینٹون کی بنی ہوئی ہین، یہ اینٹین آجکل کی مروجہ اینٹون سے لمبائی چوڑائی مین ڈیوڑھی اور موٹائی مین آدھی ہین
دو اینٹون کے بیچ مین جو مسالہ لگایا گیا ہے وہ اتنا کم ہے کہ معلوم بھی نہین ہوتا، تاہم اتنا مضبوط ہے کہ ہزارہا سال کے بعد بھی اسیطرح موجود ہے
یہان کی ایک عمارت کے ایک مقام مین دو ایسی چیزین نظر آئین، جو اب تک ہندوستان کی قبل از
اسلام عمارتون مین کہین اور مجھے نظر نہین آئین، ایک یہ کہ ایک چھوٹا سا کمرہ مخروطی شکل کی لداؤ چھت سے

پاٹا ہوا، جس کو ہم گنبد کا بہت ہی ادنیٰ خاکہ کہہ سکتے ہین، دوسری یہ کہ اس مختصر کمرہ مین اندر جانے کے
دروازے کے اوپر لداؤ پاٹن جس کو ہم محراب کے تخیل کا سنگ بنیاد کہہ سکتے ہین، یہ محراب ایک پوری
اینٹ کو دوسری پوری اینٹ سے دباکر بنانے کے بجائے، اس طرح بنائی گئی ہے، جس طرح مسلمانون
مین بغلی قبرین اینٹون سے پاٹی جاتی ہین، یعنی دروازہ کے دونون طرف ایک ایک اینٹ کی قطار
رکھی، پھر اس پر دوسری قطار اس کو دباتے ہوئے ذرا آگے نکال کر رکھی، پھر اس پر تیسری، اس پر چوتھی
دروازہ کے دونون پہلو دونون طرف سے آہستہ آہستہ ملتے گئے، یہانتک کہ آخر جاکر ایک نقطہ پر مل گئے
اور گویا محراب کی شکل پیدا ہوگئی،

اسلام مین "علم کا مفہوم"

(۲)

از

مولوی فاضل سید ابو سعید صاحب بزمی بھوپالی بی، اے،

علوم کی اشاعت میں نبی کریمؐ کی عملی مساعی

قرآن وحدیث کے ان تمام اقوال کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہ امر بخوبی ظاہر ہوجاتا ہے، کہ اسلام نے علم کا جو مفہوم پیش کیا ہے؛ اسکے تحت مین تمام اکتشافات عقلیہ داخل ہوجاتے ہیں،

لیکن قبل اس کے کہ اس امر پر غور کیا جائے، کہ رسول کریمؐ نے علم کی ترویج و اشاعت کی راہ میں کیا کیا، یہ دیکھ لینا ضروری ہے، کہ اس زمانہ میں دنیا کی حالت کیا تھی، لوگوں کا علم کی طرف کیسا رجحان تھا اور عوام کی ذہنیتیں کس قسم کی تھیں،

اسوقت عرب پر یہودیت کا کافی غلبہ تھا، اس مذہب کے انہماک علمی کا اندازہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے ان جملوں سے ہوسکتا ہے، "علوم کی ترقی میں یہودیوں نے بہت ہی کم حصہ لیا"[۱]

یونان دنیا کی قدیم ترین تہذیب کا مرکز شمار کیا جاتا ہے، لیکن علم کے مسئلہ میں اوس کی ذہنیت کا اندازہ اوس کے مایۂ صد افتخار فلاسفر افلاطون کے متعلق اس جملے سے لگایا جاسکتا ہے: "وہ رنگ ونسل کے امتیاز کا شدید حامی تھا اور تعلیم کو صرف حکمران طبقہ تک محدود رکھنا چاہتا تھا"[۲]

روم بھی ادعائے تہذیب و مدنیت کے باوجود تعلیم وتعلم سے کوئی دور کا علاقہ نہ رکھتا تھا، "اون کے یہان تعلیم

سلہ جلد ہفتم صفحہ ۶، سلہ ۵ ۵، سلہ ۵ ۵ صفحہ ۶۱

کا کوئی نظام نہ تھا، صرف تقریر بازی بڑی چیز سمجھی جاتی تھی"[۱]

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کا مولف روم کے تعلیمی شغف کے متعلق یہ جملے نقل کرکے لکھتا ہے:-

"دنیا کا کوئی ادعا اس سے زیادہ غیر صحیح نہیں ہوسکتا کہ ایک بہترین مقرر حقیقۃً ایک مدبر انسان بھی ہوتا ہے"[۲]

روم کی تقریر بازانہ ذہنیت کو اگر اس ماہر تعلیمات کی مذکورہ رائے کی روشنی میں دیکھا جائے، تو منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے: روما کے باشندے جاہل اور غیر مکمل انسان ہونا انسانیت کا بلند معیار سمجھتے تھے،

ہندوستان وچین وغیرہ میں بدھ مذہب کا نظریہ یہ تھا:-

"زندگی کا حقیقی سکون حاصل کرنے کے لئے باقاعدہ کسی کام کے شروع کرنے، پڑھنے پڑھانے، یا تپسیا اور ایمسا مین پڑنے کی ضرورت نہین ہے، بلکہ صرف معصیتون سے مجتنب رہنے کی کوشش کرنا کافی ہے"[۳]

بدھ کا یہ نظریہ بظاہر اچھا معلوم ہوتا ہے، مگر اس میں ایک بنیادی نقص یہ ہے، کہ اوس نے "علم وعقل" کا دروازہ یکسر بند کرکے لوگوں کے دماغ کو ایک ایسے راستہ پر لا ڈالا ہے، جس کے بعد وہ اخلاقی حسن وقبح کے صحیح مفہوم کو سمجھ ہی نہیں سکتے،

ہندوؤں میں یہ روایت مشہور ہے، کہ تعلیم کے لئے صرف برہمن اور اونچی ذات کے افراد مخصوص ہیں، اور اس لئے اگر کبھی اتفاق سے کوئی نیچ ذات کا فرد کسی برہمن معلم کی آواز پڑھاتے وقت سن لے تو سزا اوسکے کانون میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دینا چاہئے،

یہ تھی علم کے حق میں دنیا کی فضا جب نبی کریم صلعم نے سب سے پہلے فاران کی چوٹیوں پر چڑھکر اپنی رسالت وصداقت کا نعرہ بلند کیا اور دنیا کے گم کردہ راہ قبائل کی زنگ خوردہ ذہنی اور دماغی طاقتونکو نئے سرے سے مجلا اور روشن کرنا چاہا،

اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ علم کی اشاعت وترویج کے لئے اور انسانی عقول کو صحیح راستہ پر لانے کیلئے

سلہ جلد ہفتم صفحہ ۱۷۶، سلہ ۵ ر ۱۷۶ سلہ ۵ جلد چہارم صفحہ ۴۲۳،

نبی کریم صلعم نے کیا کیا عملی مساعی کیں،

اگر امعانِ نظر سے کام لیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ کسی اصلاح کی ترویج و اشاعت میں مندرجۂ ذیل تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے،

(اول) جن اصلاحات کو پیش کرنا مقصود ہو، ان کی عظمت و فضیلت بیان کی جائے،

(دوم) خود عملی اقدام جہان تک اس ابتدائی منزل میں ممکن ہو کیا جائے،

(سوم) ان دونوں باتوں کی ترویج و اشاعت کیلئے ہر ممکن سعی کی جائے،

اب غور کیجئے تو معلوم ہوگا، کہ رسول کریم صلعم نے اپنی حیاتِ مبارک میں ان تینوں منزلوں کو کس حسن و خوبی کیساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا ہے،

اب احادیث و سنن نبوی کی روشنی میں یہ دیکھئے، کہ آپکے دورِ مسعود میں یہ منازل کس طرح تکمیل پاتے رہے،

۱۔ علم کا شرف اور اسکی فضیلت

قرآن و حدیث میں سینکڑوں مقامات پر حصول علم کی جو ترغیب و تشویق ہے، وہ سب حقیقۃً اسی منزلِ اشاعت کی ذیل میں آتی ہے، چند اور ارشادات ملاحظہ ہوں، :۔

سورۂ مجادلہ میں ہے، :۔

"جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئے ہیں، اور اسی طرح جو لوگ علم سے بہرہ اندوز ہیں، خدا تعالیٰ ان کے مرتبے بہت بلند کرے گا"، (پارہ ۲۸، سورۂ مجادلہ، رکوع ۲، آیت ۱۱)

ایک جگہ ہے، :۔

"کیا وہ لوگ جو جاہل ہیں، ان لوگوں کی برابری کر سکتے ہیں، جو علم رکھتے ہیں، بیشک ان باتوں سے اہل عقل ہی نصیحت اخذ کر سکتے ہیں، (یعنی الوہیت کے دلائل پر غور کرنے والے اور اون سے سبق حاصل کرنے والے وہی لوگ ہوسکتے ہیں، جو اہل عقل ہیں، اور ان امور پر عالمانہ نظر ڈالتے ہیں"[۱])

(پارہ ۲۳، سورۂ زمر، رکوع ۱، آیت ۹)

[۱] ابن جریر جلد ۲۳ صفحہ ۱۱۹،

پارہ ۲۲، سورۂ فاطر میں ہے، :۔

"اور اللہ کے بندوں میں صرف اہل علم ہی خدا سے ڈرتے ہیں، کیونکہ وہ لوگ خدا کی صفات کو عام لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں، اور اس لئے ظاہر ہے کہ جو شخص زیادہ عالم ہوگا، وہی خدا سے زیادہ ڈریگا"[۱]

(رکوع ۴۔ آیت ۲۸)

صحیح بخاری میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جس شخص کے ساتھ خدا بھلائی کرنا چاہتا ہے اسکو فقیہہ بنا دیتا ہے"[۲]

یہاں تفقہ کے لفظ کو سمجھ لینے کی ضرورت ہے، اسلئے کہ دوسری صدی ہجری کے بعد سے اس کا مفہوم اتنا خاص ہوگیا ہے، کہ اسکی بنا پر عموماً حدیث کا صحیح مفہوم سمجھنے میں غلط رہبری ہوتی ہے،

فتح الباری اور قسطلانی میں تفقہ کے معنی فہم تبلائے ہیں، اور قسطلانی میں مذکورۂ بالا حدیث کا مفہوم یہ تبلایا ہے، "جو شخص دین پر غور کر کے اسکے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا، اوس پر خیر حرام ہوجاتی ہے"[۳]

عینی نے بھی اس حدیث کی تشریح میں فقہ کے لغوی معنی فہم لکھے ہیں، بعد ازاں اس کے اصطلاحی معنی نقل کر کے لکھا ہے، لیکن اس موقع پر لغوی معنی ہی زیادہ مناسب ہیں، تاکہ تمام علوم دینیہ اسکے تحت میں آجائیں"[۴]

تفقہ کی اس لغوی تحقیق کے بعد یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس لفظ کو صرف فہم کے معنی میں استعمال کیا جاتا تھا، اور اس لئے اسکے تحت میں اُن تمام علوم پر غور کرنا داخل ہوجاتا ہے جنکی تفصیل ہم اوپر بیان کر آئے ہیں،

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "اگر کسی شخص نے کسی مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا، اور اوس کا وہ اجتہاد صحیح ہوا، تو اوس کے لئے دو اجر ہیں، لیکن اگر اوس کا اجتہاد غلط ہوا، تو ایک اجر ہے"[۵]

[۱] کتاب العلم صفحہ ۱۶، [۲] جلد اول صفحہ ۵۸ [۳] صفحہ ۱۶۶ [۴] صفحہ ۱۶۶ [۵] جلد اول ص ۳۵ [۶] رواہ الطبرانی والبیہقی عن ابن عباس،

اس حدیث میں شدت کے ساتھ اس امر کی تلقین کی گئی ہے، کہ جہان تک ہو سکے ہر شخص کو یہ چاہیئے
کہ ہر مسئلہ کو اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش کرے، پھر اگر وہ اس کوشش کے بعد غلط راستہ اختیار کرے، تب بھی اسکو
یہ شرف کچھ کم نہیں ہو کہ اُس نے کوشش تو کی،

۲- عملی اقدام، فتوح البلدان میں عبداللہ بن عقبہ سے مروی ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن
کی صاحبزادی حضرت شفاءؓ سے جو سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں، فرمایا اے شفا کیا تم حفصہ
کو بیماری کے تعویذ لکھنا نہ سکھاؤ گی، جس طرح تم نے اسکو لکھنا سکھلا دیا ہے،؟"[۱]

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہؓ کو نہ صرف لکھنا
سکھلایا، بلکہ اس کے ساتھ دیگر مروجہ علوم سے واقفیت پیدا کرنے پر بھی اصرار فرمایا،

ایک اور جگہ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو حکم دیا کہ میں
آپ کی وجہ سے یہودیوں کی کتاب کا علم حاصل کرون"[۲]

اس کے علاوہ غزوۂ بدر کا یہ مشہور واقعہ ہے، کہ جنگ کے جو قیدی فدیہ نہ دے سکتے تھے، اور لکھنا پڑھنا جانتے
تھے، نبی کریم نے انکا فدیہ یہ قرار دیا کہ وہ ناخواندہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھلائیں،

۳- اصلاحی تحریکات کی ترویج واشاعت، صحیح بخاری میں ہے، :-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں صرف دو شخص ایسے ہیں، جن کی خوش قسمتی پر رشک کیا
جا سکتا ہے، ایک تو وہ جسکو خدا نے مال دیا ہو اور وہ اوس کو خدا کی راہ میں بے دریغی کے ساتھ خرچ
کرتا ہے، اور دوسرے وہ شخص جسکو خدا کی طرف سے حکمت عطا کی گئی ہو، اور وہ اس سے آپس کے منا قشات
کے فیصلے کرے اور دوسروں کو سکھائے،"

اس حدیث میں دو چیزیں قابل غور ہیں،

۱ طبع مصر ۱۹۳۲ء صفحہ ۴۵۸ ۲ فتوح البلدان صفحہ ۴۶۰۔

۱- "حکمت"

۲- "دوسروں کو سکھائے"

قسطلانی میں ہے "حکمت کے تحت میں ہر وہ چیز داخل ہے، جو آدمی کو جہالت سے روکے اور بری باتوں
سے بچائے"[۱]، یعنی زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے، کہ حکمت سے مراد "علم" ہے،

اب اس حدیث کے اس اہم جزو پر غور کیجئے، جس میں "دوسروں کو سکھانے" کی ہدایت کی گئی ہے، جس سے
علم کی اشاعت وترویج کا مقصد بدرجہ اتم حاصل ہو جاتا ہے:

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا "جس شخص کو کوئی علم کی بات آتی ہو، اوس کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اوس سے
دوسروں کو فائدہ نہ پہنچائے"[۲]

ایک حدیث میں ہے کہ "تین شخص ایسے ہیں، جن کو ایک بھلائی کے کام پر دو اجر ملتے ہیں، اون تینوں
میں سے ایک وہ شخص ہے، جس کے پاس کوئی لونڈی ہو اور جس سے وہ انتفاع کرتا ہو، اور وہ اسکی تربیت بہت اچھی
طرح کرے، اور اسکو بہترین طریقہ پر تعلیم دے، بعد ازان اوسکو آزاد کر کے اوس سے شادی کرے"[۳]

حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، کہ "تمھارا خون اور تمھارا مال
تمپر حرام ہے، اگر تم میں سے وہ لوگ جو یہاں موجود ہیں، ان لوگون تک یہ تمام باتیں (جو تم نے مجھ سے سنی ہیں) نہ
پہنچا دیں، جو یہاں موجود نہیں ہیں"[۴]

اسکے علاوہ آپ کا ارشاد ہے، کہ "جس شخص سے کسی نے کوئی علم کی بات پوچھی، اور اوس نے اسکو بتلانے
سے اعتراض کیا، تو اللہ تعالی اسکے منہ میں آگ کی لگام ڈالدیگا"[۵]

غالباً ان مختصر روایات کے ذکر دینے کے بعد یہ حقیقت چھپی نہیں رہتی، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۱ قسطلانی جلد اول ص ۱۶۹ ۲ صحیح بخاری کتاب العلم ص ۱۸ ۳ " " ۲۰ ، ۴ " " ص ۲۱ ،
۵ تنوی شرح بیضاوی جلد سوم صفحہ ۱۵۹ ،

نے ہر ممکن حیثیت سے علم کی ترویج واشاعت میں کافی سرگرمی کیساتھ اقدام فرمایا،

علم کے مفہوم کو غیر صحیح طور پر سمجھنے کے اسباب

اسوقت تک جو کچھ بحث کیگئی ہے، اس سے علم کا جو وسیع مفہوم اسلام نے پیش کیا ہے، بوری طرح آشکارا ہو جاتا ہے، اور اس سلسلہ میں رسول کریم صلعم کی عملی مساعی پر بھی کافی روشنی پڑجاتی ہے، لیکن اب ایک اہم سوال یہ پیدا ہو جاتا ہے، کہ آخران صریح نصوص اور ان کھلی ہوئی احادیث کے مقابلہ میں فقہا اور محدثین نے علم کے مفہوم کو فقہ، تفسیر وحدیث میں محدود کرکے بقیہ دیگر علوم کے سیکھنے کو کیوں ناجائز قرار دیدیا، اور وہ کون سے امور تھے، جنکی بنا پر ان بزرگوں نے ہیئت، طبقات الارض، جغرافیہ، اور تاریخ وغیرہ جیسے اہم علوم کو علم دین سے خارج تصور کرلیا،

اس سوال کا ایک جواب تو یہ ہے، کہ بقول علامہ شبلی چونکہ یہ لوگ بالعموم ایک ہی فن پر نظر رکھتے تھے، اسلئے ان کو حدیث تفسیر یا فقہ کے انہماک کی وجہ سے اسکے علاوہ دوسرے علوم سے کوئی واسطہ ہی نہ رہتا تھا، پھر چونکہ اُن کی معلومات مختصر اور محدود ہوتی تھیں، اسلئے وہ نصوص واحادیث کی اُن گہرائیوں تک پوری طرح نہیں پہنچ سکتے تھے، جن تک ایک زیادہ باخبر انسان پہنچ سکتا ہے،

چنانچہ انما انا قاسم والله یعطی کی مشہور حدیث کی تشریح میں حافظ عینی نے علامہ تورپشتی کا یہ قول نقل کیا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوتی تھی، آپ اسکو لوگوں تک پہنچانے میں اپنی امت میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہ دیتے تھے، بلکہ ہر ایک کے سامنے بلا امتیاز ایک حیثیت سے وہ باتیں ظاہر فرما دیتے تھے لیکن ہر شخص کے فہم وادراک میں فرق ہوتا ہے، جو عطاے ایزدی پر موقوف ہے، کسی کو اُس نے سمجھنے اور اخذ کرنے کی قوت کم عطا کی ہے، اور کسی کو زیادہ، چنانچہ بعض صحابہ ایسے تھے، جو حدیث کو سننے کے بعد اس کے ظاہری اور سطحی مفہوم کے سوا اور کچھ نہ سمجھ سکتے تھے، لیکن اسکے خلاف بعض ایسے بھی تھے، جو ایک بات کو سنکر اس سے بہت سے متعلقہ مسائل مستنبط کرلیتے تھے، اور یہ چیز صرف خدا کی دین پر موقوف ہے جسکو چاہے دیدے"[1]،

[1] جلد اول صفحہ ۴۳۶،

پھر قرآن مجید کے نکات کو جسمیں بقول علامہ رازی تمام علوم موجود ہیں[1]، کوئی ایسا شخص کیسے سمجھ سکتا تھا جو اُن علوم کی مبادیات سے بھی واقف نہ ہو،

اسی بنا پر علامہ رازی نے تفسیر کبیر میں ایک حکایت نقل کی ہو کہ ایک دفعہ عمر بن الخیام اپنے استاذ عمر الابہری کے سامنے بیٹھے ہیئت کی ایک کتاب مجسطی پڑھ رہے تھے، اتفاقاً کسی فقیہ نے اُن سے پوچھا کیا پڑھ رہے ہو؟ اسکے جواب میں انھوں نے کہا، "میں قرآن کی اس آیت کی تفسیر کر رہا ہوں "أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا" (کیا وہ اپنے سروں پر اس آسمان کو دیکھ کر اس امر پر غور نہیں کرتے، کہ خدا نے اوسکو کیسے بنایا ہے،)" علامہ رازی اس جواب کو نقل کرکے فرماتے ہیں، حقیقۃً علامہ ابہری نے بالکل صحیح فرمایا، اسلئے کہ جس شخص کو مخلوقات عالم کا زیادہ علم ہے، وہی خدا کی عظمت وجلال سے زیادہ باخبر ہوسکتا ہے[2]،

یہاں پر ہربرٹ اسپنسر کے اس مشہور نظریہ کا حوالہ دینا غیر موزوں نہ ہوگا، جس کو اُس نے تفصیل کے ساتھ اپنی مایہ ناز کتاب ایجوکیشن میں لکھا ہے، اور جس کا ماحصل یہ ہے: "یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ سائنس پڑھنے سے آدمی خدا کو بھول جاتا ہے، بلکہ اُس کے خلاف سائنس ہی ایک ایسی چیز ہے، جس کے گہرے مطالعہ کے بعد انسان کے قلب میں خدا کی عظمت وجبروت کا صحیح نقشہ بیٹھ سکتا ہے"،

ہمارے علما

آج جو زمانہ گذر رہا ہے، اسمیں علوم وفنون کی جو کثرت ہے، اُس سے کوئی ناواقف نہیں، آج ان نئے علوم میں مہارت پیدا کئے بغیر نئے لوگوں اور نئی قوموں میں اسلام کی اشاعت اور اسکی خدمت ناممکن ہے، ہمارے موجودہ علما کا حال یہ ہے کہ وہ عموماً جدید علوم سے قطعاً بے بہرہ ہیں، تحقیقات واکتشافات سے ان کو دور کا تعلق بھی نہیں، اور پھر بدقسمتی یہ کہ اس جہل کو عین مقتضائے اسلام سمجھتے ہیں، انگریزی پڑھنا، سائنس کا مطالعہ کرنا، فلاسفی سے دلچسپی لینا، یا اسی قسم کے اور علوم کو حاصل کرنا ان کے نزدیک منشاے دین کے خلاف ہے، حتی کہ ندوۃ العلما (لکھنو) اور جامعہ ملیہ (دہلی) جیسی درسگاہوں کو آجکل کا راسخ العقیدہ عالم بے دینی کا مرکز سمجھتا ہے، اس کے نزدیک

[1] ان القرآن اصل العلوم کلها، [2] تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۲۶، ۵۲ جلد ۲ صفحہ ۵،

نئی تصنیف شدہ کتابیں پڑھنا، یا ادب وتاریخ کا عنصر نصاب تعلیم میں اضافہ کرنا بھی ناقابل قبول ہے،

علما جس چیز پر خاص زور دیتے ہیں، وہ فقہ ہے، اس فن کی اتنی اہمیت دی گئی ہے، کہ قرآن وتفسیر کے مطالعہ سے بھی وہ صرف فقہی مسائل استنباط کرتے ہیں، اصول حدیث اور اصول تفسیر جیسے اہم علوم کا واحد مقصد یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے فقہی مسائل کس طرح اخذ کئے جائیں، لیکن اس کے خلاف قرآن میں جس چیز پر سب سے زیادہ اصرار کیا گیا ہے، اسکو مطلق نظرانداز کر دیا جاتا ہے،

امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:۔

"خدا کے وجود اسکی صفات اور اسکی طاقتون کو عقل کی مدد سے دریافت کرنے کے متعلق قرآن میں جو آیات ہیں وہ ان آیات کے مقابلہ میں بہت زیادہ افضل بتلائی گئی ہیں، جنمیں نرے فقہی مسائل کو ذکر کر دیا گیا ہے، اسلئے کہ تم خود دیکھ لو کہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ"، "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" یا "آیۃ الکرسی" جیسی آیات کے جو فضائل بیان کئے گئے ہین، اون کا عشر عشیر بھی اس قسم کی آیات کے متعلق نہیں کہا گیا، جن میں فقہی احکام بیان ہوئے ہین، مثلاً "یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ"، یا "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ" وغیرہ وغیرہ، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علوم کی مدد سے خدا کو پہچاننے کا مرتبہ فقہی مسائل کے استنباط کرنے سے بدرجہا افضل ہے،

"اس کے علاوہ ایک اور دلیل فقہ کے مقابلہ میں علم العقائد کے افضل ہونے کی یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے متعلق جتنی آیات نازل ہوئی ہیں ان کی تعداد سارے قرآن میں چھ سو سے بھی کم ہے، اس کے ماسوا باقی تمام آیات میں یا توحید ونبوت کا بیان ہے، یا بت پرستی کا عقلاً ابطال کیا گیا ہے، یا شرک کے اقسام کو ظاہر کیا گیا ہے، وغیرہ وغیرہ اسی طرح جن آیات میں خدا نے گذشتہ قوموں کے واقعات نقل کئے ہیں، انکا مقصد بھی یہی ہے کہ خدا کی حکمتوں اور اسکی قدرتوں کا صحیح اندازہ کیا جا سکے، جیسا کہ خود قرآن میں ایک جگہ آیا ہے:۔

"بیشک ان تمام داستانوں سے وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جنمیں عقل ہے"[1]

(پارہ ۱۳، سورہ یوسف، رکوع ۱۲، آیت ۱۱۱)

قرآن کی تعلیم تو یہ ہے کہ خالق ومخلوق کو علم کے توسط سے پہچانا جائے، لیکن افسوس ہے کہ آج جمہور علما نے اسی سے روگردانی کرلی ہے، اور بقول ایک نومسلم آسٹریلین عیسائی کے "مسلمانوں سے اسلام کی حقیقی روح مفقود ہو چکی ہے، ان میں وہ صحیح جذبۂ عمل بالکل نہیں رہا، جو صرف عہد سعادت یا خلافت راشدہ کے صحابہ میں پایا جاتا تھا، حالانکہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ دنیا میں صرف مسلمانوں ہی کے پاس ایک ایسا مذہب ہے، جس کی مدد سے وہ مادی اور روحانی ترقیوں کے تمام مدارج طے کر سکتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ وہ چھلکوں کو نوچ رہے ہیں، اور مغز کی لطافتون سے انھیں دور کا تعلق بھی نہیں رہا"[2]

علماء کے متعلق بدخلقی اور کھرے پن کی جو شکایت عام طور پر کی جاتی ہے، اوس کا سبب بھی یہی ہے کہ وہ نئے علوم سے قطعاً بے بہرہ ہوتے ہیں، اس لئے اگر اسلام کے کسی مسئلہ کے متعلق اون کے سامنے کوئی شبہ پیش کیا جاتا ہے تو چونکہ وہ خود اوس کا اطمینان بخش جواب دینے سے قاصر ہوتے ہیں اس لئے اس قسم کے شبہات کو ناجائز قرار دے کر سائل کو بری طرح ڈانٹ دیتے ہیں، کبھی اوس پر کفر کا فتوی لگا دیتے ہین، اور کبھی خود عقل کی اہمیت ہی سے انکار کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ وقت ہے کہ وہ غور کریں، کہ وہ گذشتہ اکابر کی طرح خود ان علوم کو حاصل کرکے اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی ہدایت کرین،

[1] جلد اول ص ۲۰، [2] مقتبس از "اسلام آن کراس روڈس"، دیباچہ،

رسل کا فلسفہ

اسکی تصنیفات کی روشنی مین

از

جناب سید وقار عظیم صاحب ایم اے، الہ آباد،

سی۔ ای ام جوڈ (C.E.M. Joad) نے ایک مضمون مین برٹرانڈ رسل کی تصنیفات کی روشنی مین اس کے فلسفہ کو پیش کیا ہے، اور آخر مین اس پر نقد کیا ہے، اس مضمون کا ملخص ترجمہ ذیل مین پیش ہے؛

(مترجم)

برٹرانڈ رسل موجودہ فلسفیون مین سب مین زیادہ لکھنے اور سوچنے والا فلسفی ہے، اُس کی فلسفیانہ زندگی کو لوگ عموماً تین حصون مین تقسیم کرتے ہین، اس کے فلسفہ کے ارتقار کا پتہ اس کی تین تصانیف مسائل فلسفہ[۱] (Problems of Philosophy) عالم خارجی کی نسبت ہماری واقفیت[۲] (Our Knowledge of the External World) اور تحلیل نفس[۳] (Analysing the Mind) سے چلتا ہے، جن مین سے ہر ایک مین ولیم اکم (William Ockham) کے قائم کئے ہوئے فلسفہ کو رفتہ رفتہ ابھارنے اور ترقی دینے کی نمایان کوشش کیگئی ہے،

ولیم اکم نے اپنے زمانہ مین ایک فلسفیانہ اصول کی بنیاد ڈالی تھی اور کہا تھا کہ "ہمین بلا ضرورت چیزون کا تجزیہ کرکے ان کی تعداد بڑھانے کی ضرورت نہین" رسل کے فلسفہ مین بھی جو تبدیلیان نمایان ہین، ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے غیر ضروری عناصر کو الگ کرکے کائنات کو رفتہ رفتہ مختصر اور محدود بنانے کی کوشش کی ہے،

رسل کی بعض کتابون مین جس نظریہ کا اظہار کیا گیا ہے اسکا نام نوحقیقیت؛ (Neo Realism) ہے، لیکن پرابلمز آف فلاسفی (Problems of Philosophy) (مطبوعہ ۱۹۱۱ء) مین اس نے جو فلسفیانہ نظریہ پیش کیا ہے وہ اس سے قریب قریب الگ ہے، جہان اس مین ایک طرف کچھ ایسی خصوصیات ہین جو نوحقیقیت (Neo Realism) کے فلسفہ کی بنیاد کہی جاسکتی ہین، اور دوسری طرف اس کا رجحان عموماً امثالیت (Idealism) کی طرف معلوم ہوتا ہے،

رسل نے اپنے فلسفہ کی ابتدا اس طرح کی ہے کہ اُس نے امثالیت (Idealism) کے اس نقطۂ نظر سے اختلاف کیا ہے جو برکلے کے فلسفہ مین اختیار کیا گیا ہے، اور جسکا مفہوم یہ ہے کہ وہ تمام چیزین جنکا ہمین علم ہے صرف ہمارے دماغی خیالات ہین، اس لئے اگر ہم یہ کہین کہ ہمین کسی درخت کا علم ہے تو اسکا مقصد صرف یہ ہوگا کہ درخت نے ہمارے محسوسات پر وقتاً فوقتاً جو اثرات چھوڑے ہین ہم صرف ان ہی کے متعلق کچھ جانتے ہین، اور درخت کا وجود صرف ان خیالات پر منحصر ہے، جو ہمارے دماغ مین محفوظ ہین،

اس نظریہ کی کمی رسل کے نزدیک صرف اس بات مین ہے کہ برکلے نے "مین" کے لفظ کو غلط مفہوم مین استعمال کیا ہے، اس کا خیال ہے کہ جب کسی چیز یا شخص کے متعلق یہ کہتے ہین کہ وہ ہمارے دماغ یا ذہن مین ہے، تو ہمارا مقصد یہ نہین ہوتا کہ وہ مادّی چیز خود ہمارے دماغ مین موجود ہے بلکہ صرف یہ کہ اسکا خیال ہمارے ذہن مین محفوظ ہے، کسی چیز کا خیال اس چیز سے بالکل مختلف ہے، اور ہم کسی شخص کے متعلق صرف اس لئے کچھ سوچ بھی سکتے ہین کہ وہ بذاتِ خود اس خیال سے بالکل جداگانہ حیثیت رکھتا ہے جو اس کے متعلق ہمارے دماغ مین ہے، سوچنے کے عمل اور اس چیز مین جو ہمارے عمل کا مرکز ہے ایک نمایان فرق ہے، اگر ہم بھی برکلے کے ہم خیال بنکر اسی طرح سوچین تو ہم اس نتیجہ پر پہنچین گے کہ سوائے ہمارے خیالات کے دنیا مین کسی اور چیز کا وجود ہی نہین، اس فلسفیانہ نظریہ کا نام سولپسزم (Solipsism) ہے، اور رسل کے نزدیک ہم اس کی تردید یہ کہکر کرسکتے ہین کہ یہ بات اظہرمن الشمس ہے کہ "کسی چیز کے خیال کا عمل اور وہ چیز جس کے متعلق ہم کچھ سوچین یا خیال کرین، دو مختلف چیزین ہین،" یا دوسرے لفظون مین یہ کہ ہمارا دماغ ایک ایسی چیز ہے جو خود اپنی حقیقت کے علاوہ دوسری چیزون کی ماہیت کا علم رکھنے کا اہل ہے، اسلئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اشیار کا علم اصل مین کسی دوسری چیز اور ہمارے دماغ مین کسی تعلق کے پیدا ہونے کا نام ہے،

اس طرح بیرونی اشیار کے وجود کو ثابت کرنے کے بعد ہمین یہ سوچنا ہے کہ اس باہمی تعلق کی کون کونسی مختلف

شکلین ہوسکتی ہین، رسل کے نزدیک اسکی دو شکلین ہین، پہلی یہ کہ چیزون کا علم خود ہمارے ذاتی تجربہ پر مبنی ہو، اور دوسرے اسکے بیانی تفصیلات سے ہمین ہر اس چیز کا صحیح علم ہوتا ہے جس سے ہم بلا کسی درمیانی واسطے یا تجربا علمی حقائق کی مدد کے واقف ہون، مثلاً اگر ہم کسی مادی چیز کا تصور کرنا چاہین تو ہم اپنے ذاتی علم کی بدولت اس چیز کو نہین جانتے بلکہ اس کے متعلق ایسی باتون کا علم رکھتے ہین جو ہمارے مختلف حیات نے ہمارے لئے بہم پہنچاتی ہے، مثلاً میز کو لیجئے، ہم اس کی سختی، سطح کی ہمواری، رنگ، شکل اور اس قسم کی دوسری چیزون کا علم رکھنے کی وجہ سے میز کا تصور کرسکتے ہین، خود میز کا وجود اور اس کا علم ہمارے لئے براہ راست یا بلاواسطہ نہین، یہی چیز ہے جسے رسل نے بیانی تفصیلات کا علم کہہ کر پکارا ہے، ہم میز کی تفصیل اسلئے کرسکتے ہین کہ حسّی مشاہدہ نے اس کی مختلف صفات ہمارے ذہن مین جمار کھی ہین، ہمین اس حقیقت کا بھی علم ہے کہ یہ حسّی تصورات کسی مادی چیز کے وجود کی وجہ سے ظہور مین آئے، "لیکن" رسل کا خیال ہے کہ" وہ چیز جس کا نام میز ہے، حقیقت مین ہم اس کے متعلق کچھ بھی نہین جانتے، لیکن ان حیاتی مشاہدات کا علم اور اس کے علاوہ ان حیات کی اصل حقیقت کا علم یہ دو چیزین ایسی ہین جن کی بنا پر ہم میز کا حقیقی تصور کرسکتے ہین" اور ہمین اسکا صحیح علم ہوجاتا ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ بیانی تفصیلات کے حقیقی علم کے لئے ہمین حقیقتون کا صحیح علم ہو،

لیکن حقیقتون کے علم کے معنی یہ ہین کہ ہمین کچھ ایسی چیزون کا علم بھی براہ راست اور بلاواسطہ ہو جو اپنی حقیقتون کے لحاظ سے حیاتی مشاہدات سے مختلف ہین، یہی چیزین ہین جنھین رسل نے "عالمگیر حقائق" کہہ کر پکارا ہے، یہ حقائق جنھین ہم غیر مادی اجسام کہتے ہین اس قسم کی چیزون کا دوسرا نام ہے، جیسے سفیدی انصاف، گہرائی، اس کے آگے، اس کے پیچھے وغیرہ،

رسل نے ان چیزون کا وجود اس طرح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اگر ہم ایک بیانیہ جملہ اس قسم کا ذہن مین لین کہ "اڈنبرگ لندن کے شمال مین ہے، اور اس کے بعد اس فقرہ کے معنی پر غور کرین کہ "کے شمال مین" تو ہمین اتنی باتین معلوم ہونگی، (۱) "کے شمال مین" کے کچھ نہ کچھ معنی ضرور ہین، اس لئے کہ اس کے بجائے

یہ فقرہ لکھدیا جائے کہ "کے جنوب مین" تو اس جملہ کے معنی بالکل بدل جائین گے، (۲) دوسرے یہ کہ اس فقرہ کے معنی "اڈنبرگ" کے لفظ مین ہرگز شامل نہین ہین، (۳) نہ اس کے معنی "لندن" کے لفظ مین شامل ہین، اور (۴) نہ اسے میرے دماغ نے پیدا کیا ہے، اس لئے کہ اگر مجھے اس کا علم نہ بھی ہوتا تب بھی اڈنبرگ لندن کے شمال مین رہتا، اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ فقرہ ایک ایسی حقیقت ہے جو بذات خود قائم ہے،

اسی طرح رسل نے ان عالمگیر حقیقتون کو ایک آزاد وجود قرار دیا ہے، اور اس نظریہ کی حقیقی ابتدا افلاطون سے ہوئی ہے، جس نے بھلائی، نیکی، سچائی اور حسن جیسی چیزون کو ایک ابدی اور آزاد حقیقت اور چیز مانا ہے، لیکن رسل نے افلاطون کے نظریہ پر دو مختلف طریقون سے اضافہ کیا ہے، وہ صرف اسم اور صفت ہی کو حقیقت نہین سمجھتا، بلکہ افعال اور ان کے متعلقات کو بھی،

اس لئے کہ افعال اور حروف جر دو یا دو سے زیادہ چیزون مین ربط پیدا کرتے ہین، اور جب تک ان حقیقتون کا وجود نہین مانا جائیگا اُس وقت تک رسل کے نزدیک مادی اشیار یا دوسرے لفظون مین ظاہری کائنات کا وجود ثابت کرنا ممکن نہین یہ بات بے حد اہم ہے، اس لئے کہ عام طور پر فلسفیون کا یہ خیال ہے کہ اس قسم کے الفاظ مثلاً گہرائی یا اونچائی کسی طرح ان چیزون سے الگ نہین کئے جاسکتے جن کے وہ حصے ہین، اس لئے اگر ہم اس بات کی تردید کرین کہ اس قسم کے الفاظ بذاتہ کوئی حیثیت نہین رکھتے تو ہمین یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ (۱) دنیا مین صرف ایک چیز ہے اور دوسری چیزین اسی چیز کی متعدد غیر مکمل شکلین ہین[1] اور یا (۲) یہ کہ اگر یہان اس قسم کی متعدد چیزین موجود ہین تو وہ ایک دوسرے کیساتھ عمل نہین کرسکتین، اس لئے کہ یہ باہمی عمل اُنہین ایک ہی رشتہ مین جوڑ دیگا[2]،

اس لئے رسل کیلئے یہ ضروری ہوا کہ وہ حقائق کا بے تعلق ہونا ثابت کرے اور یہ دکھائے کہ ہم ان حقائق کو

[1] یہ نظریہ اسپنوزا Spinoza کا ہے، [2] لائبنز Leibniz کا نظریہ،

ذاتی مشاہدہ سے براہ راست معلوم کرتے ہین، اور یہ صرف اس کی مادی دنیا کے نظریہ ہی کے لئے ضروری نہین بلکہ اُس کے خاص نظریہ "تفصیلاتی بیان کا علم" کے لئے بھی اس کی ضرورت ہے، اس لئے کہ اول تو تفصیلاتی بیان کے علم کے لئے بھی حقائق کا وجود ضروری ہے، دوسرے ہم حقائق کا یقین اسی صورت مین کر سکتے ہین، جب ہم اس کے مختلف حصّون کو تجربہ کے ذریعہ سے جانین، تیسرے یہ کہ ہر بات مین ایک یا ایک سے زیادہ حقائق کا ہونا لازمی ہے، اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ رسل کے نزدیک اگر ہم مادی چیزون کے متعلق کچھ جاننا چاہتے ہین تو اس سے پہلے حقائق کا وجود اور وہ بھی ہمارے ذاتی تجربہ کی بنا پر ہونا ضروری ہے،

بیانی علم کی اہمیت یہ ہے کہ وہ ہماری معلومات کو فوری تجربات کی حدود سے آگے لے جاتا ہے، اور ہمین ایسی چیزون کے علم مین مدد دیتا ہے جو ہمین اس سے پہلے نہین معلوم تھین،

رسل کے اس فلسفہ کا خلاصہ مختصر طور پر یہ ہے کہ اس مین حسب ذیل چار چیزین ہونی چاہئین، (۱) جاننے والے دماغ، (۲) مشاہدات حسّی جنھین ہم ذاتی تجربہ کی بنا پر جانتے ہین، (۳) حقائق جنکا علم ہمین ذاتی تجربہ سے ہوتا ہے، (۴) مادی اشیار جو بیانی تفصیلات کی مدد سے ہمین معلوم ہوتی ہین،

رسل کا فلسفہ اس حد تک نو حقیقیت (Neo Realism) کہہ کر نہین پکارا جا سکتا، لیکن اس کی بعد کی تصنیفون مین وہ زیادہ نمایان ہے،

(۲)

اپنی دوسری کتاب "عالم خارجی کی نسبت ہماری واقفیت" (Our Knowledge of the External World) مین رسل نے یہ بتایا ہے کہ کس طرح مختلف فلسفی محسوسات ذہنی (Sense Perception) کا بیان کرتے وقت پہلے یہ فرض کر لیتے ہین کہ ہر شخص ایک دماغ کا مالک ہے، اور اس کے بعد وہ مشکلات مین مبتلا ہو جاتے ہین، اور یہ نہین بتا سکتے کہ کیون ایک ہی مادی چیز دو مختلف لوگون کے دماغون مین ایک ہی وقت مین دو مختلف شکلین اختیار کر لیتی ہے اور کیون ایک ہی شخص دو مختلف اوقات مین ایک ہی چیز کو دو مختلف طریقون

سے دیکھتا ہے؟ اس مشکل سے دوچار ہونے کے بعد وہ یا تو اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہین، کہ دماغ کے علاوہ کوئی دوسری خارجی حقیقت دنیا مین موجود نہین اور اس کا ہونا غیر ممکن ہے (یہ خیال عموماً سب مثالی (Idealist) فلسفیون کا ہے) یا اگر اس قسم کی حقیقت موجود ہے تو اس کا صحیح علم ممکن نہین، (یہ خیال کانٹ نے ظاہر کیا ہے)

رسل نے اس عقدہ کو اس طرح حل کیا ہے کہ سب سے پہلے اُس نے دنیا سے مادی اشیار کے وجود کو غائب کر دیا، اور صرف خارجی دنیا کو ایک چیز مانا، اس لئے اس موقعہ پر سب سے پہلے یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مادی اشیار کا وجود نہین تو خارجی دنیا کا وجود کیسے ممکن ہے؟ رسل کا خیال ہے کہ خارجی دنیا صرف حسّی مشاہدات سے مل کر بنی ہے، یہ حسّی مشاہدات مادی چیزین نہین بلکہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے آواز کی کھنک، رنگ کی چمک یا دوسری ایسی چیزین، جنکا علم ہمین ذاتی مشاہدے سے ہوتا ہے یا دوسرے لفظون مین یہ کہ ہمارے فوری محسوسات پر اُن کا نقش ہے، ان حسّی مشاہدات کو رسل نے اشیائے حسّی، کہہ کر پکارا ہے، اور اس کے دو حصّے اس طرح کئے ہین، (۱) ہمارا حس جس کا تعلق ہمارے دماغ سے ہے، جس کی مدد سے ہم کسی محسوس چیز سے واقف ہوتے ہین، (۲) دوسرے وہ محسوس چیز جس سے ہمارا حس واقف ہے، رسل نے لکھا ہے کہ "جب مین اشیائے حسّی کا ذکر کرون تو اس سے میری مراد ایسی چیز نہین جیسی کہ میز، بلکہ اس سے میری مراد وہ رنگ ہے جو پہلی نظر مین میز پر محسوس کرتا ہون، یا وہ سختی جس کو میز پر ہاتھ رکھنے کے بعد محسوس کیا جاتا ہے، یا وہ آواز جو میز پر انگلیان مارنے کے بعد پیدا ہوتی ہے، مین ان سب چیزون کو اشیائے حسّی یا اشیائے محسوس کہتا ہون اور اس کے علم کو حس"

رسل کے موجودہ نظریہ اور اس نظریہ مین جو مسائل فلسفہ (Problems of Philosophy) مین پیش کیا گیا ہے، یہ فرق ہے کہ پہلی صورت مین اس نے میز کا وجود مانا ہے، حالانکہ اسکا علم ہمین بیانی تفصیلات سے ہوا تھا، لیکن موجودہ صورت مین وہ ایسی کسی چیز کا وجود ماننے کے لئے تیار نہین، وہ صرف حسّی مشاہدات کے

وجود کا قائل ہے، یہ حسّی مشاہدات اور ان کا خیال فوری ہوتا ہے اور صرف تھوڑی دیر قائم رہتا ہے، پھر یہ میز کیا چیز ہے جس کے وجود کا ہمیں اس قدر یقین ہے ؟ رسل کا خیال ہے کہ یہ ان تمام حسّی مشاہدات کی ایک منطقی تعبیر ہے، جو مختلف لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں، ان کی شکلیں ہمیشہ مختلف نظر آتی ہیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہر دماغ دنیا کو اپنے مخصوص طریقہ پر دیکھتا ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جو دنیا کی جو تصویر ایک دماغ دیکھتا ہے اُسے کسی طرح اس تصویر سے تعلق نہیں جو دوسرے دماغ کے سامنے ہے، اس لئے کہ ہر چیز کی تعمیر انہی اجزاء سے ہوتی ہے جو اس کے قریب ہیں یا اس میں شامل ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ ان مختلف دنیاؤن کے مختلف اختلافات کے باوجود بھی ان سب کا وجود اس صورت میں بھی اپنی اپنی جگہ ہوتا کہ اُن کا تصور نہ کیا جاتا، اس لئے معلوم ہوا کہ ایسی دنیاؤن کی لاتعداد شکلین موجود ہیں جتنی مختلف جگہوں سے ہم یا ہمارا دماغ ان دنیاؤن کو دیکھ سکتا ہے، اتنی ہی اُن کی تعداد بھی ہو سکتی ہے، انکی بھی ضرورت نہیں کہ اس مخصوص مقام سے ہم اُسے دیکھیں، ان کا وجود کسی دیکھنے یا نہ دیکھنے والے پر منحصر نہیں، اسلئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ دنیا کی یہ مختلف شکلیں جو مختلف مقامات سے ہماری نظر میں آتی ہیں کسی دماغی حس کے بغیر بھی اپنی جگہ قائم رہیں گی، اور اس لئے ہم انھیں خارجی کہہ سکتے ہیں،

لیکن اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد بھی ضرورت ہے کہ عام مادّی اشیاء کا منطقی وجود اور ان کی بناوٹ ثابت کی جاسکے، دنیا کو کسی خاص مقام سے دیکھنے کا نام رسل نے نقطۂ نظر (Perspective) رکھا ہے، اور دنیا کو کسی ایسے مقام سے دیکھنا جہاں حسّی قوتیں موجود ہیں ایک ذاتی دنیا ہے، اور ان تمام نظریوں کے مجموعہ کا نام جس میں محسوس اور غیر محسوس دونوں شامل ہیں، نظامِ نظر (System of Perspectives) ہے، دو شخص جو تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ دو مقامات پر ہیں، ایک چیز کو دیکھتے ہیں، اور اُسے دیکھنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچتے ہیں اس کا اظہار ایک ہی طریقہ پر کرتے ہیں، فرض کیجئے کہ انھوں نے ایک میز کو بالکل ایک ہی پایا یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ انھون نے اس میز کو جن مختلف مقامات سے دیکھا ان میں ایسا غیر محسوس

فرق ہے جسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے، ان دو مختلف مقامات کے درمیان میں اور بھی ایسے بہت سے مقامات ہو سکتے ہیں جہاں سے اس مخصوص چیز کو دیکھا جاسکتا ہے اور جہاں سے فرق اور زیادہ باریک اور غیر محسوس نظر آتا ہے، اور اس لئے ان جگہوں سے دیکھی ہوئی چیزوں میں اور یکسانی ہوگی، یہانتک کہ ہم ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں نظر میں بالکل فرق نہ رہے، اور ان مختلف نظریوں میں یک باہمی ربط پیدا ہو جائے،

اس طرح اب ہم مادّی اشیاء کی تعریف کر سکتے ہیں، فرض کیجئے ایک مقام پر ایک چیز رکھی ہے، اسے مختلف زاویوں سے دیکھا جاتا ہے، اور ان زاویوں سے دیکھنے کے بعد ایک خاص نظام مرتب ہو جاتا ہے، جس میں ایک ہی سی متعدد چیزوں کا ایک سلسلہ ہے، اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی چیز کے دیکھنے کا ایک زاویہ یا پہلو ایک مربوط نظام کا ایک چھوٹا حصّہ ہے، لیکن یہ زاویہ یا پہلو کو ایک مخصوص چیز کو محسوس کرنے سے پیدا ہوا ہے، لیکن اس میں اور چیز میں فرق ہے، یہ نظامِ نظر اُن تمام زاویوں کا مجموعہ ہے جن سے ایک ہی چیز متعدد شکلوں میں ہمارے سامنے آئی، اور وہ چیز ان حسّی مشاہدات کے مجموعہ کا دوسرا نام ہے، اور اس لئے چیز اور اس کا وجود بذات خود کچھ حقیقت نہیں رکھتا، مثال کے لئے اس قسم کی ایک چیز پر نظر ڈالئے، مثلاً بشریت، جس کے معنی ہیں دنیا کے سب انسانوں کے مجموعہ کا ایک متحد نظام، لیکن حقیقت میں اسکا وجود کہیں نہیں، اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مادّی اشیاء کا کوئی وجود نہیں، اور اس کے باوجود بھی خارجی دنیا قائم ہے،

(۳)

رسل کی تیسری کتاب تحلیلِ نفس (The analysis of mind) میں جو نظریہ پیش کیا گیا ہے وہ نو حقیقیت (New Realism) سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے، اس کتاب میں رسل نے نفسیات اور طبیعیات کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے، اس کوشش کا سب سے پہلا زینہ یہ ہے کہ رسل نے دونوں چیزوں کے لئے یکسان مواد کا ہونا ضروری سمجھا ہے اور اس سلسلہ میں دماغ اور مادّہ کے تعلقات سے بحث

کی ہے، عام طور دنیا دو حصون مین تقسیم کیجاتی ہے، مادّہ اور روح یا دماغ، سائنس دانون اور فلسفیون نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے دونون چیزون کو ایک بنانے کی کوشش کی ہے، سائنس والے صرف مادہ پر دنیا کی بنیاد سمجھتے ہین، اور دماغ یا روح کو مادّہ کی ایک ترقی شدہ شکل خیال کرتے ہین، فلسفیون نے مادّہ کو دنیا سے خارج سمجھ رکھا ہے،

لیکن خیال کا موجودہ ارتقاء ان رسمی مسائل کو بالکل ایک نئے زاویہ سے دیکھتا ہے، موجودہ طبیعیات مین مادہ کی اہمیت بہت کم ہوگئی ہے، اور سائنس والے مادّی چیزون سے بحث نہین کرتے بلکہ اس کے بجائے اُن چیزون کو اہم جانتے ہین جن سے مادہ بنا ہے، دوسری طرف نفسیات کے ماہر دماغ یا روح کو بہت کم روحانی سمجھنے لگے ہین، نفسیات کا ایک طبقہ جسے وہ بہیوریسٹ (Behaviorists) کہ کر پکارتے ہین یہ کہتا ہے کہ کسی شخص کے متعلق ہمارا مجموعی علم ان مشاہدات پر مبنی ہے، جو ہم اس کے اعمال اور کردار سے کرتے ہین، دماغ یا روح کا مشاہدہ غیر ممکن ہے اور ہم اس کے متعلق جو کچھ جان سکتے ہین وہ صرف مشاہدۂ اعمال یا کردار ہے، موجودہ صورت مین مادّہ اور روح نے اپنی حقیقی شکلین کھو دی ہین، اس لئے اب اس کی ضرورت بھی نہین محسوس کیجاتی کہ انھین ہم آہنگ بنایا جائے، لیکن انھین ہم آہنگ بنانے کا ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا ہے، اور وہ یہ کہ ان دونون کی بنیاد اس ایک چیز پر رکھی گئی ہے جس سے کائنات ظہور مین آئی، اس چیز کا نام رسل نے مفردات اجتماعی (Neutral particular) رکھا ہے، ان مفردات کو مختلف طریقون سے ترتیب دیا گیا ہے، ایک طرح کی ترتیب کے بعد وہ نفسیات کا موضوع بنجاتے ہین، اور دوسری ترتیب سے انھین طبیعیات کا موضوع بنالیا جاتا ہے،

یہ بات آسانی سے نہین سمجھ مین آسکتی، لیکن ایک مثال جو رسل نے خود اس موقعہ پر استعمال کی ہے شاید مفید ثابت ہو،

اگر ایک صاف رات کو تصویر کی پلیٹ کسی ستارے کے سامنے کھول دیجائے تو اس مین ستارے کی

شکل آجائے گی، اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ پلیٹ اور تارے کے درمیان کچھ ایسی حرکات ہو رہی ہین جن کا تعلق تارے سے ہے، اسی طرح ہر اس جگہ جہان یہ تارا دکھائی دیتا ہے، اس قسم کی حرکتین ہو رہی ہین، جنکا تعلق تارے سے ہے، لیکن چونکہ ہر جگہ تصویر اتارنے کی پلیٹ موجود نہین اس لئے وہ نقوش کسی چیز پر اتر نہین سکتے،

ان سب حرکتون کا مجموعہ یا دوسرے لفظون مین تارے کے مختلف مقامات کے مختلف مناظر ملکر ایک خاص نظام کی ترتیب کرتے ہین، جو براہ راست تارے سے ملا ہوا ہے، یہ خیال اس سے پہلے "عالم خارجی کی نسبت ہماری واقفیت" (Our knowledge of the External world) مین ظاہر ہوچکا ہے، اب ہم اگر تصویر کی پلیٹ کی طرف متوجہ ہون تو ہمین معلوم ہوگا کہ اس پلیٹ کی سطح پر ستارے کے عکس کے علاوہ اور بہت سی چیزون کا عکس بھی پڑ رہا ہے، اس مین دوسرے ستارون کا عکس بھی ہے، بہت سی ان چیزون کا بھی اثر ہے جنھین اس کی سطح مین نقش کرنا دشوار ہے، اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اُس نظام کے علاوہ جو ستارے کو مختلف زاویون سے دیکھنے سے پیدا ہوا تھا، ایک نظام تصویر کی پلیٹ کے ان نقوش سے بھی مرتب ہوتا ہے، جنکا ہلکا یا گہرا نقش اسکی سطح پر پڑ رہا ہے، اور یہ دوسرا نظام (تصویر کی پلیٹ والا) پہلے نظام سے ہم آہنگ ہے، اس لئے کہ پہلے نظام کا تعلق براہ راست ستارے کے وجود سے ہے، اور دوسرے کا ستارے کے نقش سے، اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہر مفرد دو مختلف نظامون سے متعلق ہے، پہلے نظام مین وہ چیز خود شامل ہے اور ان سب کا مجموعہ مادّی شے کہا جاتا ہے،

دوسرا نظام وہ ہے جہان وہ مفرد شے اور بہت سی چیزون کے ساتھ اپنا نقش یا عکس چھوڑتی ہے،

فرض کیجئے جس جگہ اب تک پلیٹ تھی وہان دماغ ہے، دماغ پر ستارے کے عکس کا نام "اثر" (Sensation) ہوگا اور یہ اثر یا Sensation ان تمام چیزون کو ملا کر جو اس کے گرد و پیش مین ہین دماغ (Mind) کہلائیگا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسکا تعلق اس نظام سے بھی برابر رہیگا جو ستارے کے گرد و پیش ہین اور اس سے متعلق رہنے کے بعد یہ دماغ کے لئے مشاہدات حسی یا

(Sense data) فراہم کرے گا، اس لئے نتیجہ نکلا کہ اثرات (Sensations) اور حسی مشاہدات
ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بجائے "جیسا کہ) عالم خارجی کی نسبت ہماری واقفیت (Our knowledge
of external world) میں ظاہر کیا گیا ہے) حقیقت میں ہم آہنگ چیزین ہین اس لئے دماغ اور اس چیز
جسے ہمارا دماغ محسوس کرتا ہے، کوئی مادی فرق نہین، بلکہ صرف ترتیب کا ہے، اس لئے ہم ان سب باتون سے
حسب ذیل نتیجے اخذ کرتے ہین،

(۱) کسی چیز کے احساس کے معنی ہین کہ وہ چیز ہمین اُس جگہ نمایان طور پر نظر آئے جہان ہمارا دماغ ہے، (۲)
یہ چیز ان تمام مناظر کا مجموعہ ہے جو اس چیز کو مختلف زاویون سے دیکھنے کے بعد ہماری نظر مین آتے ہین (۳) دماغ
اُن تمام مناظر کا مجموعہ ہے، جو ایک خاص مقام اور خاص وقت پر ہمارے پیش نظر ہوتے ہین،

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ نظریہ کس حد تک حقیقی (Realistic) ہے، رسل کے خیال کے مطابق
مفرد اشیار کا وجود دماغ سے بالکل ایک جداگانہ چیز ہے، اور اُسے دماغ سے کوئی تعلق نہین، بلکہ اس کا خیال
ہے کہ ان مفردات کی ایک ترتیب کے مجموعہ کا نام دماغ ہے، اور انہی مفردات کی ترتیب کے دوسرے مجموعہ
کا نام وہ شے ہے، جسے دماغ محسوس یا معلوم کرتا ہے، یہ نظریہ جو دماغ کو محض مفردات کا ایک مجموعہ ٹھہراتا ہے
اور یہ نظریہ IDEALISTIC نظریہ کے بالکل منافی ہے،

رسل کے فلسفہ کے ہر پہلو کے سامنے آجانے کے لئے ہمین صرف چند باتون کے بیان کرنے کی اور
ضرورت ہے، ان مین سے ایک یہ ہے کہ نو حقیقت (NEW REALISM) کے فلسفہ مین اس بات کا حل مشکل
سے ملتا ہے، کہ غلطیان کیون سرزد ہوتی ہین، چونکہ دماغ کو اس نظریہ کے نزدیک ان چیزون کا قطعی علم
نہین ہو سکتا، جنکا وجود نہین، اس لئے NEW REALISM کے ماننے والے یہ ہرگز نہین کہہ سکتے کہ دماغ
خود بخود غلطیان کرتا ہے، اس لئے کہ اس کا کام صرف چیزون کا علم اور ان کی صحیح خبر رکھنا ہے،

رسل نے اس بات کو آزادی سے تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا مین حس کی فریب کاریان نہین

ہین، حسی مشاہدات ہمین جب خواب مین بھی دکھائی دیتے ہین تو ان کی حیثیت ان حقیقی اشیار کی سی ہوتی ہے جن سے
ہم واقف ہین اس لئے ہمارے خوابون اور اوہام کو غیر حقیقی سمجھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؛ چونکہ ہر وہ چیز جس کا
احساس ہمارے حس کو ہے حقیقی ہے، اس لئے ہم غیر حقیقی اشیار اور دماغ مین کسی قسم کے ربط کا امکان غیر ممکن
سمجھتے ہین، اور اس کا کوئی معیار بھی نہین بتا سکتے، اس لئے ہمین اس معیار کے تلاش کرنے کے لئے اس نظام کیطرف
جھکنا پڑے گا، جو حقیقی اور غیر حقیقی اشیار مین ربط پیدا کرتا ہے، رسل نے لکھا ہے کہ حسی اشیار تو اس وقت حقیقی
کہی جا سکتی ہین، جب ان مین اور دوسری چیزون مین ایسا ربط یا تعلق ہو جسے ہم اپنے تجربہ کی بنا پر عام کہہ سکین،
اگر یہ ربط ایسا نہین تو حقیقی ہونے کے بجائے 'خیالی' ہے، اور حقیقت سے دور، مثلاً جب مین خواب مین امریکہ
مین ہون اور جاگنے کے بعد خود کو انگلستان مین پاؤن تو خواب کو غیر حقیقی کہون گا، اس لئے کہ اس خواب مین
وہ مدت اور منازل نظر انداز ہو گئی ہین جو انگلستان سے امریکہ تک پہنچنے مین پیش آتی ہین،

دوسری بات ان حقائق سے متعلق ہے جنکا ذکر رسل نے مسائل فلسفہ (THE PROBLEMS OF PHILOSOPHY)
مین کیا ہے، رسل نے اس کتاب مین لکھا ہے کہ یہ حقائق ذاتی تجربہ سے حاصل ہوتے ہین، لیکن اس کے باوجود بھی
جو کی کتابون مین اسے بالکل نظر انداز کر دیا ہے، رسل نے جس طریقہ سے ان حقائق کو حقیقی اشیار کی فہرست
سے خارج کیا ہے اس کا سمجھنا کسی قدر دشوار ہے، رسل کا خیال ہے کہ اگر کچھ چیزون کی ایک مخصوص جماعت مین ایک
خاص صفت موجود ہے تو اس جماعت کا ذکر کرنے کے بعد ہمین اس صفت کا ذکر کرنے کی چندان ضرورت
نہین اس لئے کہ اسی صفت کے وجود کی وجہ سے وہ تمام چیزین ایک مخصوص جماعت مین شامل کی گئی ہین
اس کا ثبوت اس طرح دیا ہے مثلاً زید مین وہی صفت ہے جو عمر مین اور بکر مین وہی خصوصیت ہے جو
عمر مین تو زید اور بکر مین بھی وہ صفت یکسان ہو گی، اس طرح ایک طرح کی اشیار کی ایک کثیر جماعت یا تعداد
مین یہی صفت یکسان طور پر موجود ہو تو ہم ان اشیا کو ایک مخصوص جماعت مین شامل کر سکتے ہین، چونکہ اس جماعت
کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ افراد مین ایک مخصوص صفت یکسان طور پر موجود ہے، اس لئے اس صفت

کے ذکر کرنے کی ضرورت نہین کیونکہ جماعت کے وجود کیساتھ صفت کا وجود لازمی ہے، اس اصول کی مدد سے

رسل نے اپنی کتاب تحلیل نفس (The analysis of mind) مین آسانی سے اپنی کائنات (UNIVERS

کی بنیاد حس اور مشاہدات حسی پر رکھی ہے، اور انہی کو مختلف حقائق اور افراد کا مجموعہ مانا ہے،

(۴)

رسل کے اس نظریے جو اس کی بعد کی کتابون مین پیش کیا گیا ہے، اکثر فلسفیون نے اختلاف کیا ہے،

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر دنیا کو رسل کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اس مین فلسفہ کے لئے کوئی جگہ نہین رکھی گئی،

تحلیل نفس (The analysis of mind) مین فلسفہ کی جگہ طبیعیات اور نفسیات نے لے لی ہے، اور اس کے بعد رسل

نے یہ کہا ہے کہ اس سے زیادہ مفید اور کارآمد نتائج ایک اور تیسری سائنس کے ذریعہ سے اخذ کئے جاسکین گے،

جس کی بنیاد طبیعیات اور نفسیات سے زیادہ حقیقت پر مبنی ہے اور جو ان مفردات کی مختلف ترتیبون کا

جائزہ لے گی جو مادہ اور روح کی بنیاد ہے،

رسل اور دوسرے قدیم یا سخت فلسفیون کے درمیان جو فرق ہے وہ صرف مقصد (OBJECT)

اور طریقہ (METHOD) کا ہے، اب تک فلسفیون کا جو رویہ رہا ہے وہ مختصر طور پر یہ ہے کہ دوسرے علوم

(Sciences) کے ذریعے جو معلومات بہم پہنچین انھین بھی فلسفہ کی سرزمین مین داخل کرلین، اور اس کے

بعد کل کائنات کے متعلق مجموعی طور پر ایک نظریہ قائم کرین جو اس سے زیادہ مکمل اور بسیط ہو، جو کوئی ایک سائنس

ایک وقت مین حاصل کرسکی ہے، اس لئے فلسفیون نے عموماً بلا سوال کئے ہوئے ان سب نتیجون کو صحیح مان

لیا جو دوسری سائنسون کے ذریعہ حاصل ہوئے تھے، اور اس کے بعد اپنے مخصوص طریقون سے یہ جاننے کی

کوشش کی کہ کائنات کا رجحان اور اس کی حقیقت کیا ہوگی، فلسفی کو سائنس سے کچھ غرض نہین بلکہ اس کا مقصد

کائنات کی اس مخصوص حقیقت کو جاننا ہے جو کسی سائنس کی مدد سے حاصل ہوئی ہے، فلسفہ کے اس مقصد اور

طریقہ کو رسل نے سب سے پہلے غلط بتایا ہے، اس کے نزدیک ان طریقون سے جو اب تک فلسفہ مین اختیار

کئے گئے ہین کوئی معتد بہ نتیجہ برآمد نہین ہوسکتا، اس لئے اس کا خیال ہے کہ فلسفہ کو مختلف سائنسون مین تقسیم ہوجانا

چاہئے اور ان سائنسون کے طریقون سے منفرد اور مخصوص نتائج حاصل کرنے چاہئین بجائے اس کے کہ دوسری سائنسون

کے نتیجون پر مجموعی طور پر غور کیا جائے، مختصر طور پر رسل کا یہ خیال ہے کہ فلسفہ کو چاہئے کہ وہ مسائل کو ایک ایک

کرکے حل کرے اور اس طریقہ کے لئے کائنات کے کسی مجموعی نظریہ کی ضرورت نہین، اور نہ کائنات کے متعلق

کوئی فلسفیانہ حقیقت ایسی ہوسکتی ہے جسے ہم مجموعی حقیقت کہہ سکین،

اگر رسل کی رائے صحیح مان لیجائے تو سارا فلسفہ بے معنی ہوا جاتا ہے، اور اگر یہ رائے غلط ہو تو ہم اب بھی

امید کرسکتے ہین کہ فلسفہ کے قدیم طریقون کی مدد سے ہم کائنات (Universe) کے متعلق کسی

مجموعی یا عالمگیر حقیقت کا انکشاف کرسکتے ہین،

ہم اس جگہ مختصر طور پر رسل کے فلسفہ کے وہ تین نکات بیان کرتے ہین جن سے وہ قدیم فلسفہ مین ایک

انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے، اور جن کی مدد سے وہ کسی نتیجہ پر پہنچا ہے،

(۱) رسل نے قدیم فلسفہ پر جو اعتراضات کئے ہین وہ خود اسی قدیم طریقہ سے حاصل کئے گئے ہین، حقیقت

(REALY) کے مجموعی تصور اور ان نتائج کی مدد سے جو مختلف سائنسون کے ذریعہ سے حاصل کئے

گئے ہین، رسل اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ فلسفیانہ تصورات (Reflections) سے کائنات کی مجموعی

یا عالمگیر حقیقت کا پتہ نہین چل سکتا، حالانکہ اس نتیجہ مین جو بات ہے وہ خود ایسی ہے جو حقیقت پر مبنی ہے،

اور جو انھین فلسفیانہ طریقون کی مدد سے حاصل کیگئی ہے، اس لئے رسل کو کیا حق ہے کہ جس چیز کو اس نے غلط

سمجھ رکھا ہے اس کی مدد خود لے اور لطف یہ کہ خود اسی چیز کو غلط ثابت کرنے کے لئے اسے کام مین لائے،

(۲) غلطیون کا مسئلہ (Problems of errors) فلسفہ مین ایک مشکل چیز ہے، رسل نے

کہا ہے کہ جن چیزون کا علم ہمارے حس کو ہوتا ہے وہ سب حقیقی ہین، یہ بات بڑی حد تک صحیح ہے، اس حس مین وہ

چیزین بھی داخل ہوتی ہین جو ہم تخیل سے پیدا کرتے ہین یا جو ہمارے خواب مین آتی ہین، یہانتک جو کچھ ہے وہ

صحیح ہے، اور اگر ہم رسل کی اسی رائے کو مانین تو غلطی یا فریب (error or illusion) کی گنجایش باقی نہ

لیکن اگر رسل کی بعد کی پیش کی ہوئی رائے کو، جو سکین یا عام realism رائے کو مان لین کہ چیزون

کا خیال ان چیزون سے بالکل ایک علٰحدہ جداگانہ حیثیت رکھتا ہے، جنکے متعلق ہم سوچتے ہین تو غلطی اور فریب کا زیادہ امکان

پیدا ہو جاتا ہے،

کہنا یہ چاہئے کہ حقیقی خیال وہ ہے جو حقیقت کا ہم آہنگ ہو، اور اپنا ایک آزاد وجود رکھتا ہو، غلط

یا فریب خیال وہ ہے جو اس قسم کے وجود سے محروم ہے، اس قسم کے نظریہ مین یہ فائدہ ہے کہ ہم ہر خیال کی حقیقت

کا امتحان کسی دوسری چیز کی مدد سے لیتے ہین، بجائے اس کے کہ خود اسی خیال کو بجائے خود حقیقی تصور کر لین

اس مین شک نہین کہ موجودہ صورت مین ہمین ماننا پڑے گا، کہ ایک ایسے دماغ کا وجود ہے جو مشاہدات

حسیات (Sense-data) کی حدود سے بھی آگے بڑھ سکتا ہے، اور جو اس صورت مین غلطیان پیدا کر سکتا

ہے، رسل کے آخری نظریہ کے مطابق شاید دماغ کو اس قسم کی آزادی نہ دیجا سکے، لیکن اگر دماغ مشغول نہ

تو وہ غلطیان بھی نہین کر سکتا، اس لئے کسی ایسی چیز کے وجود کا بھی امکان نہین جسے ہم دماغی غلطی کہہ سکی

لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دشوار ہے کہ رسل کی رائے کو صحیح مان کر ہم دماغ کی ساخت اور غلطیون کے امکان

سے منکر ہو سکین،

(۳) جس طریقہ سے رسل نے "عالمگیر حقیقتون" (universals) کے وجود سے قطعی انکار کیا

ہے، وہ بالکل صحیح نہین کہا جا سکتا، رسل کا خیال ہے کہ اگر ایک مخصوص جماعت کے ہر فرد مین ایک خاص

صفت موجود ہے، تو اس جماعت کی موجودگی مین اس صفت کے وجود کا ذکر ناغیر ضروری ہے،

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس جماعت کے افراد ایک جگہ جمع کس لئے کئے گئے؟ حقیقت

مین ان کا ایک جگہ جمع ہونا ہی یہ بتاتا ہے کہ ان مین سے ہر ایک مین ایک خاص صفت موجود ہے، اور

جو لوگ اس جماعت سے باہر ہین اُن مین یہ صفت بالکل نہین، رسل نے اس صفت کو کوئی اہمیت نہین

دی، لیکن ہم یہ کہتے ہین کہ اس جماعت کے وجود مین لانے کے لئے ہمین جس صفت کی ضرورت پڑی وہ کیا ہو؟

جماعت کے وجود سے پہلے اس کا موجود ہونا ضروری ہے، اس لئے صرف اس جماعت کا ذکر کرنے کے بعد

ہم عہدہ برآ نہین ہو جاتے، بلکہ اس صفت کا آزاد وجود ماننا ضروری سمجھتے ہین، اور اس لئے ضروری ہے کہ

ہم حقائق یا عالمگیر حقیقتون (universals) کا وجود مانین، لیکن اگر ان universals

کو صحیح مان لیتے ہین تو یہ ماننا پڑیگا کہ محسوسات اور حسی مشاہدات جیسے نقطون کا وجود ممکن نہین، اور ایسی صورت

مین رسل کے لئے صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ جو نظریہ اس نے The analysis of mind مین پیش کیا ہے

اس مین ابھی کافی ترمیم کی ضرورت ہے،

تمنا کا تذکرۂ شعرا

از جناب سید نصیر الدین صاحب ہاشمی مؤلف "یورپ مین دکھنی مخطوطات"

تاریخ ادب اردو کے لئے تذکرہ کی اہمیت کو سب ارباب ادب نے تسلیم کیا ہے، لیکن اس کی اہمیت
کے احساس کے باوجود قدیم تذکرون کو طباعت کا جامہ پہنانے پر اب تک جیسی چاہئے ویسی توجہ نہین ہوئی
جس طرح دکن کی شاعری کو شمالی ہند کی شاعری پر اولیت کا تفوق حاصل ہے، اسی طرح تذکرہ کی
کی تالیف مین بھی دکن کو اولیت کا فخر حاصل ہے، دکن مین مرتب شدہ تذکرے شمالی ہند کے تذکرون سے
قدیم ہین، چنانچہ اب تک قدیم دکھنی تذکرون مین سے (۱) تذکرۂ حمید (گلشن گفتار مرتبہ ۱۱۶۴ھ) (۲) تذکرۂ
افضل (تحفۃ الشعراء مرتبہ ۱۱۶۵ھ) (۳) تذکرۂ قنوت (ریاض حسنی مرتبہ ۱۱۶۸ھ) اور (۴) تذکرۂ شفیق (چمنستان
شعراء مرتبہ ۱۱۷۵ھ) کا پتہ چل چکا ہے،

اس کے پہلے ہم ریاض حسنی یعنی تذکرۂ قنوت کو رسالہ ہندستانی بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۳ء مین روشناس
کرا چکے ہین، اس وقت دکن کے ایک اور تذکرہ کا تعارف کرایا جاتا ہے، یہ تذکرہ ۱۱۹۴ھ مین تالیف پایا
کتبخانہ آصفیہ (حیدرآباد) مین ایک مخطوطہ[1] موجود ہے، جس کو تذکرۂ تمنا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے
اس مخطوطہ کے (۲۴۴) صفحے اور ہر صفحہ مین (۱۹) سطرین ہین، خط نستعلیق ہے، تاریخ کتابت درج نہین ایک
بجائے تذکرہ کے شروع ہونے اور ختم ہونے کی تاریخین درج ہین، ان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ تمنا نے تالیف کیا
ہے، اور ۱۱۹۲ھ مین اسکی تالیف شروع ہوئی، اور دو سال بعد ۱۱۹۴ھ مین اسکی تالیف ختم ہوئی، وہ قطعات
حسب ذیل ہین:-

[1] تذکرۂ اردو، ع۴۴،

چو این تذکرہ را نمودم شروع ، ز حق است امید اتمام او ،
تمنا بتاریخ سالش ز من ، خرد گفت "آغاز صفحہ بگو" ۱۱۹۲ھ

تذکرۂ شاعران شد چو تمام این زمان دل و جان حزین مبتہج و شادمان
داشت تمنا دلم فکر بتاریخ او آمدہ آواز غیب شکر خدائے جہان ۱۱۹۴ھ

اس کتاب مین حروف تہجی کے لحاظ سے شعرا کا ذکر ہے، اور ہر شاعر کے فارسی کلام کے بعد اس کا
اردو کلام درج کیا گیا ہے، اس امر کے قوی قرائن موجود ہین، کہ یہ نسخہ خود مؤلف کا مسودہ ہے،
سارے مخطوطہ مین جا بجا حک و اصلاح موجود ہے اور نیز اضافہ اور عبارت کے بڑھانے کا جو ڈھنگ
ہے، وہ سوا مولف کے اور کسی کا نہین ہو سکتا، جا بجا متعدد صفحات خالی چھوڑ دیئے گئے ہین، اس سے بھی
ہمارے قیاس کی تائید ہوتی ہے،

اس تذکرہ سے اس کے مؤلف کے متعلق ہمین یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تخلص "تمنا" تھا، وہ اورنگ آباد
کا باشندہ اور حیدرآباد کا متوطن تھا، دربار آصفی کے امرا تک رسائی حاصل تھی، صمصام الملک کا درباری شاعر
تھا، ارباب کمال سے ربط و ضبط رکھتا تھا، اس کے بعض شاگردون نے بھی اسی کے زمانہ مین شہرت حاصل
کر لی تھی، اور اس تذکرہ کی تالیف اپنے دوست محمد کرم بخش سالم قاضی پیری کے کہنے سے کی ہے، اس تذکرہ
کے ختم کے وقت تمنا کے والد بھی زندہ تھے،

دکن کے جن تذکرون سے ہم واقف ہین، ان مین کسی تمنا کا ذکر نہین ہے، مگر "مجموعۂ فصاحت"[1]
سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین ایک شاعر اسد علیخان تمنا تھے، جو ارسطو جاہ کی خدمت مین قصائد اور
قطعات پیش کیا کرتے تھے، اور یہ قطعات ۱۱۹۶ھ سے ۱۲۰۳ھ کے زمانہ تک پھیلے ہوئے ہین،

[1] ارسطو جاہ کی مدح مین جو قصائد اور قطعات لکھے گئے تھے انکو ایک مجموعہ مین جمع کیا گیا، اور اسکو مجموعہ فصاحت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے
اس کا ایک مخطوطہ سرکار نظام کے دفتر دیوانی و مال کے کتبخانہ مین محفوظ ہے،

اس مخطوطہ پر بھی کسی نے پنسل سے اسد علی خان تمنا کا نام لکھدیا ہے، اور خود بعض شعراء کے حالات مین تمنا
نے اپنے تخلص کے ساتھ اس تذکرہ کے مؤلف ہونے کی صراحت بھی کی ہی،

افسوس ہے کہ دیگر تاریخی حوالون سے ان کے حالات پر روشنی نہین پڑتی، البتہ اس امر کا پتہ چلتا ہے
کہ اعلیحضرت آصفجاہ ثانی کی پیش گاہ مین اسد علیخان تمنا نے قصیدے پیش کئے ہین، بہر حال اس امر مین کوئی
شک وشبہہ نہین ہے کہ اسد علی خان تمنا دکن کے ایک صاحب مرتبت شاعر تھے، اور یہ تذکرہ انہی کی تالیف ہی،

افسوس ہے کہ ہم تمنا کے سنہ وفات سے واقف نہین ہین، مگر مجموعۂ فصاحت کی تالیف کا زمانہ ۱۲۰۱ھ
ہے، اس مین تمنا کے جو قطعات شامل کئے گئے ہین ان مین ۱۲۰۳ھ کے بعد کا کوئی قطعہ شامل نہین ہی، درآنحالیکہ ۱۱۹۹ھ
سے ۱۲۰۳ھ تک تقریباً ۴ سال کے قطعات فراہم کئے گئے ہین اس سے اس امر کا قیاس ہوتا ہے کہ تمنا ۱۲۰۳ھ
تک بقید حیات تھے،

اس تذکرے کے متعلق جو امور خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین، وہ حسب ذیل ہین:۔

(۱) اس تذکرہ مین تمنا نے صرف اپنے ہمعصر شعراء کا ذکر کیا ہے جن مین سے اکثر زندہ تھے، اور ان سے
تمنا کو تعارف حاصل تھا البتہ شمالی ہند کے بعض ایسے شعراء کا ذکر بھی آگیا ہے جن سے غالباً اون کو تعارف حاصل نہین
تھا، ممکن ہے مراسلت رہی ہو،

(۲) اکثر شعراء کے حالات مین سنین کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے، اور واقعات کو بقید سنہ قلمبند کیا ہی،

(۳) اکثر شعراء کے استادون کا بھی ذکر کیا ہے،

(۴) بعض شعراء کے کلام کے متعلق رائے بھی دی ہے،

(۵) بعض شعراء کے تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے، مثلاً عبد الوہاب بیکل نے ایک تذکرہ موسوم بہ بے نظیر
لکھا تھا، اور بہاؤ الدین عروج نے تذکرہ "خزان وبہار"، شاہ فضل اللہ مفلسی نے فن سلوک مین زاد راہ اور
اردو نظم مین دو کتب مین "قصہ پریم لوکا" اور "قصہ برہ بیوگا" کے مصنف ہین،

(۶) بعض شاعرون کے حالات مین ان کے احباب اور ملنے جلنے والون کا تذکرہ بھی کیا ہی،

(۷) مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کے دو ایک اردو شعر درج کئے ہین، کسی اور تذکرہ مین آپ کا اردو کلام دیکھا
نہین گیا ہے، شعر حسب ذیل ہین:۔

باغ مین جانا ہے میرا کام کا ۔ شوق ہے مجھکو گلابی جام کا

کہون کیا اد کی بے پروائیون سے دل پریشان ہے ۔ نہ آیا ایکدم مجھ پاس جس کا نام جانان ہی

(۸) اس تذکرہ پر دیباچہ نہین لکھا گیا ہے، متن کتاب مین بھی تمنا نے اپنا کوئی ذکر نہین کیا ہی، حالانکہ
فوت اور شفیق نے اپنا حال بھی متعلقہ ردیف مین لکھدیا ہے،

(۹) اورنگ آباد کے دوسرے دو تذکرہ نویس خواجہ خان حمید اور لچھمی نارائن شفیق کا اس تذکرہ مین کوئی
ذکر نہین ہی، حالانکہ وہ تمنا کے ہمعصر تھے، اور انھون نے اپنے تذکرے لکھدیئے تھے، اور اسی طرح شفیق اور
حمید کے تذکرون مین تمنا کا کوئی ذکر نہین، یہ ہوسکتا ہے، کہ اس بنا پر ہو کہ تمنا نے اس زمانہ مین شہرت حاصل نہ کی ہو،
مگر تمنا کے تذکرہ مین حمید اور شفیق کا ذکر نہ آنا تعجب انگیز ہے،

(۱۰) فوت کا ذکر تمنا نے کیا ہے، مگر تعجب ہے کہ ریاض حسنی کا ذکر نہین ہی، حالانکہ دوسرے مصنفین
کی کتابون کا ذکر ہے، اور پھر یہ کہ اس وقت ریاض حسنی کی تالیف کو عرصہ گذر چکا تھا،

(۱۱) بعض شعراء کے ساتھ اپنے ہم درس ہونے کا بھی ذکر کیا ہے،

(۱۲) بعض شاعرون کی ملازمت اور ان کے مشاغل کی صراحت کی ہی،

(۱۳) اس تذکرہ سے بعض شاعرون کے متعلق جو صحیح معلومات حاصل ہوتے ہین اسکی وجہ سے دوسرے
تذکرون کے ناکافی تحقیق کی بنا پر پیدا کردہ شکوک کا ازالہ ہوجاتا ہی، مثلاً شفیق نے اپنے تذکرہ مین نقد علیخان
ایجاد کا ذکر کیا ہی، انجمن ترقی اردو کی جانب سے شفیق کا جو تذکرہ شائع ہوا ہے اس مین ایک اور ایجاد کا
تحفۃ الشعراء کے حوالہ سے اضافہ کیا گیا ہے، اور ان کا نام مرزا علی نقی بتایا گیا ہی،

تمنا کے تذکرہ سے معلوم ہوا کہ یہ صحیح نہین ہے، اس زمانہ مین دکن مین ایک ہی ایجاد تھے، اون کا ...
نام تو مرزا علی نقی تھا، اور باپ نقد علی خان تھے، دربار آصفی سے مرزا علی نقی خان کو نقد علی خان خطاب ملا ...
اس طرح ایجاد کی شخصیت ایک ہی ہی،

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہو کہ اس تذکرہ مین صرف اردو شعرا ہی کا ذکر نہین ہی، بلکہ اس مین فارسی گو
شعرار کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ہی ان کا اُردو کلام پیش کیا گیا ہے، اور اس کو "ہندی" کی سرخی
کے تحت لکھا گیا ہے، دکن کے شعرا قطع نظر شمالی ہند کے جن شعرار کا اس مین ذکر ہے، اون کی فہرست
حسب ذیل ہے:-

(۱) سراج الدین علی خان آرزو، (۲) مولانا غلام علی آزاد، (۳) قزلباش خان اُمید، (۴) مرزا
عبد القادر بیدل، (۵) بیدار، (۶) اولاد محمد خان ذکا بلگرامی، (۷) مرزا رفیع سودا، (۸) مرزا مظہر
جان جاناں،

ان مین سے بیدل اور مظہر کے اردو اشعار نہین ہین صرف فارسی لکھے گئے ہین، دوسرے شعرار کا
فارسی کے ساتھ اردو کلام بھی دیا گیا ہے، شعرار کی مجموعی تعداد ۱۵ ہے،

ذیل مین تذکرۂ تمنا سے چند شاعرون کے تذکرے بطور نمونہ درج کئے جاتے ہین،

ایجاد ایجاد از قوم قاچار نام اصلی او میر علی نقی خلف الصدق نقد علی خان ہمدانی، یا شیخ علی خان وزیر شاہ
سلیمان صفوی بقرابت قریبہ مشہور بود، در عہد آصفجاہ طاب براہ بدیوانی پادشاہی فرخندہ بنیاد مدتے مامور بود
دران زمان خان ایجاد نیز بسیار قرب و مصاحبت نواب داشت، و بخدمت کوتوالی لشکر سرفراز بود، بعد وفات
والد بخطاب و دیوانی موروثی سرافتخار برافراشت، بعدش بداروغگی فیل خانہ سرکار نواب صلابت جنگ
سربلند گردید، و در عہد نواب نظام الدولہ فتح جنگ بہادر بہ خدمت اتالیقی صاحبزادہ بلند اقبال انتظام الدولہ
نصرت جنگ بہادر چندے سرگرم بود، درین ایام در حیدرآباد بخانہ خود فردکشی کرد، مرد بزرگ خوش مزاج

غزل فارسیش چون زلف خوبان مسلسل و مضامین تازہ از رخسارہ محبوبان .... ریختہ اگرچہ
زبانش نیست فاما بزور طبیعت و دقیقہ شناسی بحسن کیفیت سرانجام میدہد، گاہ گاہ اتفاق ملاقات می افتد، عزیز
ہر کے است حق سبحانہ سلامتش دارد،

ایجاد بیٹھ رہ تو نجف کی زمین مین — نقش قدم ہو خاک رہ بوتراب کا،[1]

ہم اسیرون کو تیرے زلفون سے ہو دلبستگی — کون کافر چاہتا ہو ایسے دامون سے نجات

تربت پہ میری شمع اگر تو نہ لائے گا — جلتا رہون گا حشر تلک مین کفن کے بیچ

تجھ لب سا کوئی عقیق نہ پایا سہیل نے — راتون کو بھی چراغ لے ڈھونڈا یمن کے بیچ

جسطرح ہے عندلیبون کو گلستان کا تلاش — اسطرح سے ہو مجکو شہر خوبان کا تلاش

بیٹھا ہون تیرے ابرو خمدار کے نزدیک — سر اپنا رکھا ہون اسی تردار کے نزدیک

بکتا ہون زر مہر کو بازار وفا مین — ان مولون گران نہین ہون خریدار کے نزدیک

کیسے دریا سا دل اپنا ہم اے دلدار دیتے ہین — ہر اک کو ہم کہان یہ گوہر شہوار دیتے ہین[2]

انور محمد سیف اللہ انور، سرو ہستیش از گلشن آباد خجستہ بنیاد سر کشیدہ از بدو سن تمیز بالکتاب علوم میل نمود، و
در چندے یکتا بر آمد، فقیر و او ہم مکتب بلکہ اکثر اوقات باہم در حصول کتب فارسیہ در جناب حضرت محمد داور صاحب
قبلہ مدظلہ شمل شوکت و اسیر وچار عنصر مرزا سامع و قاری بود، و در عربیہ شمع ادراک خود را از شعلۂ توجہ میر صاحب
قبلہ میر انور الدین دل سلمہ اللہ افروختہ، در عالم دو بیتیہا آشنائے یگانہ است و در جہان آشنائی ہا مفتخر زمانہ
مردیست مودت پیشہ، و جوانے محبت اندیشہ، نہنگ ہستیش در محیط خجستہ نہاد آشنائے امواج مضامین و بحور اشعار است
و حبیب صبرش از تار کش پنجۂ عشق تار تار ربا مؤلف مودت صمیم میدارد، برفاقت حضرت ابوے دام ظلہ وزاد
قدرہ بسر می برد او سبحانہ سلامت دارد،

[1] مطبوعہ چمنستان شعرا مین ایجاد کے اشعار بھی نہین ہین [2] انتخاب اشعار مین تخفیف کر دی گئی ہی،

مگر گنج شہیدان باغبان تھا اس بیابان مین — جو لخت دل سوا اگتا نہین کچھ اس خیابان مین

ہو گئی گرد تیرے دام کے خوشبو صیاد — بال بلبل سے مگر نکہت گل گرتے تھے،

عصمت کا لاف مار نہ گل میرے یار سے — بدنام تو بھی ہے گا چمن مین ہزار سے

ہے نمایان رخ پہ تیرے خط ریحان آجکل — مور کے قبضہ مین ہے ملک سلیمان آجکل

عاشقون کے قتل پر امروز فردا خوب نہین — دیکھ لین ہو جائیگا کافر مسلمان آجکل

آرسی کو مت دکھا مژگان و ابرو ہمدگر — خنجر و شمشیر شیشہ مین لڑاتا ہے کوئی؟

آشفتہ، خواجہ ابو طالب خان آشفتہ، خلف اشرف خواجہ اشرف خان بہادر غضنفر جنگ است گلشن فکرش را تازہ آب و رنگ قبل ازین بداروغگی فیل خانہ نواب نظام الدولہ بہادر سرفرازی داشت و والدش نیز بدیوانی پادشاہی بلدہ حیدر آباد مامور بود، جانشین نواب عماد الملک مبارز خان شہید، نواب مبارز خان کہ احوالش بکتب تواریخ من وعن مندرج است جوان صالح بزیور قابلیت پیراستہ و بجواہر آدمیت آراستہ...... بافقیر یگانگت تمام می دارد و از کرم جوشیہائے بشانہ روزے خود سر دہری یاران دفع می سازد بسبب پاس خاطر و مفر شدنش فقیر گاہ بگاہ بحک و اصلاح می پردازد، اگرچہ در عالم دوستیہائے شاگردی و استادی را چہ دخل فاما این قدر باستمداد کردن او نوشتہ شدہ، چنانچہ خود گوید،

استاد فلاطونم و شاگرد تمنا، — آشفتہ دو عالم...... زمن امروز

سبز ہو نخل مرے آہ کا چھوٹا نکلا — قد دلدار ہوا سرو کا بوٹا نکلا،

سجن کے منہ سے نکلتی ہے، اب شراب کی بو،

چمن مین جس طرح مہکے گل گلاب کی بو،

تمھارے زلف معنبر کے سامنے پیارے،

کہان مجال مقابل ہو مشک ناب کی بو

وہان کی خاک اے آشفتہ اپنے سر پر رکھ،

کہ جس زمین سے نکلے ہے بوتراب کی بو،

وہ اپنے گھر سے مست شراب نکلے ہے، — طلوع صبح کا جون آفتاب نکلے ہے

خون ہے کس کا نگار پہ سچ کہیو، — تیرے دامن پہ یار سچ کہیو،

مین کب سے ترا طالب دیدار کھڑا ہون — رسوا شدۂ کوچہ و بازار کھڑا ہون

کرتا ہے اگر قتل تو پھر دیر کی کیا وجہ — حاضر ہون ترے روبرو جلاد کھڑا ہون

شاید ہے دست نازک گلروے سبز پوش — یہ شاخ گل نہین جو ہلے ہے چمن کے بیچ

سودا، مرزا رفیع سودا، در معنی پروری و مضمون گستری ممتاز است، صفائی ذہن و جودت طبعش بے نیاز...... .... نیشکر را از چاشنی شعرش پائے حسرت در گل است، و عسل را از ذریعہ فکرش نیش زنبور در دل،

دامن مکان اتنگ سے ہے دو قدم کی راہ،

آنکھین چرا نہ لخت دل اتنے سفر سے تو،

اے کشتہ ان روح ہماری بھی کہین شاد کرو،

ٹوٹے گر بزم مین شیشہ تو ہمین یاد کرو،

سن کے یہ کہتا ہے میرے نالۂ جانکاہ کو

کیون مجھے ایسا بنایا کیا کرون اللہ کو،

دل کے ٹکڑون کو بغل بیچ لئے پھرتا ہون

کچھ علاج اس کا بھی اے شیشہ گران ہے کہ نہین

کون کہتا ہے کہ مت اورون سے مل اور ہم سے مل — جس کے ملنے مین خوشی تیری ہو پر مجھ سے مل

تحفۃ القلوب

پدماوت کا فارسی ترجمہ

از جناب حشمت علیصاحب قریشی، فیروزپور،

رسالۂ معارف بابت نومبر ۱۹۳۳ء میں موضوعِ ذیل

"پدماوت کا مصنف کون تھا"

پر ایک مضمون سپردِ قلم کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں یہ جاننا بھی دلچسپ ہوگا کہ پدماوت ہندی کا ترجمہ سنہ ۱۰۶۲ھ میں فارسی میں شاہجہاں بادشاہ کے عہد میں ہوا تھا، اس کتاب کا ایک نسخہ ہمارے پاس ہے، اسکی کتابت سنہ ۱۱۲۹ھ میں ہوئی ہے، جسے اب سوا دو سو برس گذر چکے ہیں، کاتب نے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت رقم کی ہے،

"بعون الٰہی وبحق رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین بتاریخ پانزدہم شہر محرم الحرام سنہ ۶۱ فرخ شاہی مطابق سنہ ۱۱۲۹ھ مقدس بخیریت وعافیت در قصبہ مامیر زوطن مالوف حرس اللہ عن الحادثات زمان نسخہ تحفۃ القلوب ترجمہ پدماوت بدستخط فقیر حقیر محمد فضل ولد شیخ محمد شفیع سلمہ اللہ تعالیٰ زینتِ اختتام یافت"

عبارتِ مندرجہ صدر کے نیچے محمد افضل کے نام کی مہر بھی ثبت ہے جسمیں سنہ ہجری ۱۱۲۶ھ کندہ ہے،

کتاب کے آغاز میں حمد باری کے بعد اس کے فارسی ترجمہ کی تاریخ حسب ذیل الفاظ میں قلم بند کی ہے،

"در زمان مسعود و ہنگام محمود کہ جہان پیر بفیض انفاس متبرکہ شہنشاہ اعظم خاقان معظم تاجدار بلند تر و گنج بخش آفاق گیر سحاب کف دریا دل فلک شکوہ خورشید منزل مسیح انفاس بیضا ضمیر سکندر حشمت

ارسطو تدبیر جہان جود عالم سخا منبع حلم معدن عطا مبدع قواعد عدالت و داد کسریٰ و مخترع قانون جانداری و رعیت پروری رافع اعلام سربلندی و سرفرازی شہاب الدین محمد شاہ جہان بادشاہ غازی کہ بعین یادگاریست در سلسلہ والا تیمور شاہ صاحبقران ادام اللہ بقاءہ و حشمتہ

خداوند انو ایں شاہ جواں بخت ۔۔۔ کہ آمد سایہ وش پیرایۂ تخت

ظلال چتر دولت بر سرش دار ۔۔۔ مرادِ ہر دو عالم در برش دار

رونق عہد شباب از سر گرفتہ و دلہاے جہانیان بانبساط و فرحت ہمچو گلشن فردوس رنگا رنگ شگفتہ ایں بدیع باندک فرصت در سنہ ہزار و شصت و دو ۱۰۶۲ ہجری حسن آرایش و پیرایش یافتہ"

بعد ازاں اس ترجمہ کو تحفۃ القلوب کے نام سے موسوم کیا ہے، اور اسی نام سے اسکی تاریخ بھی نکالی ہے،

چو نامہ شد مرتب و زیب کمال یافت ۔۔۔ زالفاظ چون جواہر بے نقص و بے عیوب

بودم بفکر نامش و اختتام تاریخ ۔۔۔ ہاتف زغیب گفت بگو تحفۃ القلوب

۱۰۶۲ھ

اسی کے بعد سبب تالیف کتاب تحریر کیا ہے، جو مترجم کے الفاظ میں حسب ذیل ہے،

"اکثر اوقات مطالعہ نسخہ پدماوت کہ ملک محمد جائسی[1] در زبان ہند بعبارت دلکش و مطلب بلند تصنیف نمودہ بمیان (در صحبت دوستاں) می آمد، و بعضی دوستان پارسی دان کہ حل لغات آن زبان برانہا دشوار بودے، حظ کمتر یافتندے، روزے بر زبان دوستے رفت کہ چہ خوش بودے کہ ایں افسانہ مطبوع بزبان فرس درآمدے و بوئے ایں لخلخہ ہند عل بدماغ فارسی خوانان نیز رسیدے"

ہنس جواہر اگر قاسم شاہ صاحب کی طبع زاد تصنیف ہے، تو پدماوت بھی ملک محمد جائسی[2] کی طبع زادی ہے،

---

[1] میرے قلمی نسخہ میں یہ لفظ جائسی (ج ا ن س ی) لکھا ہے، (حشمت علی)

[2] معارف:۔ یہ غلط لکھا ہے جائسی (ج ا ء س ی) چاہئے، جائس ضلع رائے بریلی (یوپی) میں اب بھی ایک مشہور قصبہ ہے،

تلخیص و تبصرہ

نپولین کی موت کے چشمدید حالات

۵ مئی ۱۸۲۱ء کو نپولین نے بحالت اسیری جزیرہ سینٹ ہیلینا (St. Helena) مین وفات پائی، ایک برطانوی افسر لفٹنٹ ڈرک (Lt. Duncan Darroch) اس روز موقعہ پر موجود تھا، اور اس آفتاب عظمت کے غروب ہونے کا منظر اپنی آنکھون سے دیکھ رہا تھا، دوسرے روز اس نے ایک نہایت مفصل اور تاثر انگیز خط اپنی والدہ کو لکھا جو انگلستان مین مقیم تھی، یہ تاریخی مکتوب اب دستیاب ہوا ہے، اور سنڈے ٹائمز مورخہ ۲۳ و ۳۰ دسمبر ۱۹۳۳ء مین شائع ہوا ہے، ناظرین معارف کے لئے ہم اس کے اہم اقتباسات ذیل مین درج کرتے ہین :-

ڈیڈ ووڈ — ۶ مئی ۱۸۲۱ء

میری نہایت محبوب والدہ !

قبل اس کے کہ یہ خط آپ تک پہنچے، آپ کو جنرل بوناپارٹ کی شدید علالت کی اطلاع ہو جائیگی، کیونکہ چند روز ہوئے ایک جنگی جہاز یہ خبر لے کر روانہ ہو چکا ہے، وہ جہاز اس قدر دفعۃً روانہ ہو گیا کہ اس سے خط لکھنا ناممکن تھا،

نپولین بیمار تو عرصہ سے تھا لیکن تقریباً ایک ہفتہ ہوا، اسکی صحت سے مایوسی ہو گئی تھی، ۲ مئی کی شام سے وہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا، ۳ کی صبح کو اُسے پھر ہوش آگیا اور اس نے اپنے پاس کے آدمیون کو پہچانا، اسکے بعد پھر اس پر ایک طرح کی بیہوشی طاری ہو گئی اور وہ رفتہ رفتہ سرد ہونے لگا، یہانتک کہ کل صبح ۵ کو قریب گیارہ بجے گورنر نے امیر البحر کو اطلاع دی کہ وہ دم توڑ رہا ہے،

کونسل کے ممبرون کو ۳ کو حکم دیدیا گیا تھا کہ اس کی موت کا منظر دیکھنے کے لئے لونگ ووڈ (Long wood) جانے کو تیار رہین، اور گورنر نے تو متصل مکان مین گویا قیام ہی اختیار کر لیا تھا،

یہی حالت قائم رہی، یہان تک کہ جب شام کو چھ بجنے مین تقریباً دس منٹ باقی تھے، اسکی روح پرواز کر گئی، ٹھیک اس وقت جب آفتاب غروب ہو رہا تھا،

فرانسیسی کمشنر، امیر البحر، اور تمام اہم اشخاص فوراً لاش کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے اور کمرون مین سیاہ پردے لگانے کے لئے آدمی مامور کر دیئے گئے، اسکا ایک مجسمہ تیار کرنے کے لئے "پیرس کا مسالہ" (Plaster of Paris) منگوانے کا حکم بھی دیدیا گیا، لیکن میرا خیال ہے کہ اس جزیرہ مین یہ مسالہ کافی مقدار مین موجود نہین ہے، لوگ کوشش کر رہے ہین کہ "رومن سیمنٹ" سے کام چل جائے،

اس کی وفات کا اعلان آج سرکاری طور پر ہو گیا ہے، اور یہ اعلان بھی کر دیا گیا ہے کہ وہ فوجی آداب کے ساتھ دفن کیا جائیگا، جنرل کونٹ مونٹ ہولن نے تجہیز و تکفین کا انتظام اپنے ذمہ لیا ہے، لاش لوگون کے دیکھنے کے لئے رکھی جائے گی اور ہم لوگ آج شام کو اُسے دیکھنے جائین گے، اس کے بعد مین آپ کو اس حیرت انگیز شخص کے متعلق کچھ اور معلومات دے سکونگا جس نے اتنی مدت تک دنیا مین ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا، اور جو اب مٹی کا ایک بے جان ڈھیر بنا ہوا پڑا ہے، اور اس کے قریب اسکا ایک عزیز بھی موجود نہین ہے، . . . .

مین نے اس کی لاش کو دیکھا، یہ ایک حد درجہ غمناک منظر تھا، ہم لوگ قریب چار بجے لونگ ووڈ مین جمع ہوئے، تقریباً تمام سرکاری عہدہ دار اور جزیرہ کے معزز لوگ موجود تھے، تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگون کو اندر جانے کی اجازت ملی، پہلے کمرہ مین چند ملازمون کے علاوہ کوئی اور نہ تھا، دوسرے کمرہ مین کونٹس برتراند (Count-

[1] نپولین کے نہایت معتمد جنرل کونٹ برتراند کی بیوی جنھے سینٹ ہیلینا کے ایام اسیری مین بھی اپنے آقا کا ساتھ نہین چھوڑا،

(Mrs Bertrand) (Berta) تھی، وہ بہت زیادہ بیمار اور زرد معلوم ہوتی تھی، اسکی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں، وہ بعض انگریزون
کے ساتھ جن سے واقف تھی باتین کرنے لگی، اُس نے بیان کیا کہ چھ دن اور چھ رات سے اس نے آرام نہین کیا، لیکن
جس مرض مین نپولین کا انتقال ہوا وہ ایسا شدید تھا کہ اس سے جانبر ہونا ممکن ہی نہ تھا اور نہ آب و ہوا کا کوئی اثر
اس پر پڑ سکتا تھا۔[1]

تھوڑی دیر کے بعد اس کمرہ (جس مین نپولین کا انتقال ہوا تھا) اور کھانے کے کمرہ سے ہوکر مین اُس کمرہ مین
پہنچا جس مین اس کی لاش رکھی ہوئی تھی، جنرل بونا پارٹ اپنے مکمل فوجی لباس مین تھا، سبز کوٹ جسکا کالر اور کف
سرخ رنگ کا تھا، برجیز اور لمبا بوٹ، سینہ پر بہت سے تمغے، پہلو مین تلوار رکھی ہوئی تھی، سر پر مثلث نما ٹوپی، پیرون
مین مہمیز بھی تھے، لوہے کے لشکری پلنگ پر جسے وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا اس کا فوجی لبادہ پڑا ہوا تھا اور
اسی پر وہ لیٹا ہوا تھا، کونٹ برتراند سیاہ لباس پہنے ہوئے اُس کے سرہانے کھڑا تھا، راہب اُس کے بازو مین
دوزانو بیٹھا ہوا تھا، ایک خادم جو اس کمرہ مین واحد شخص تھا جس مین زندگی کے آثار نظر آتے تھے، اپنی حیات کا ثبوت
صرف مکھیون کے ہنکانے سے دے رہا تھا،

نپولین کا چہرہ خاموش اور پرسکون تھا، البتہ کسی قدر ڈھل گیا تھا، اس کے خط و خال حسین اور بہادرانہ تھے
اس کے ہاتھ بہت نازک، چھوٹے اور خوبصورت تھے، ایک صلیب اُس کے سینہ پر رکھی ہوئی تھی، اس کی ناک
خصوصیت کے ساتھ بہت خوبصورت تھی، لوگون نے اُسے پلنگ پر لٹاتے وقت ناک کو کسی قدر زخمی کردیا تھا،
اس شخص کو جس نے یورپ اور تمام دنیا مین اتنا اضطراب پیدا کردیا تھا ایک چھوٹے سے کمرہ مین پوری وردی
پہنے لشکری پلنگ پر پڑے ہوئے دیکھا جب کہ صرف اس کے دو افسر اس کے قریب تھے، ایک نہایت عبرتناک
منظر تھا، اس کا مجھ پر بیحد اثر ہوا، مین اسے گھنٹون ٹکٹکی باندھے دیکھ سکتا تھا، اُسکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر اسے بوسہ
دے سکتا تھا، لیکن فرط عبرت سے سانس لینا بھی میرے لئے مشکل تھا، جب کہ مین اسے دیکھ رہا تھا، مین نے ان

[1] اس کے معدہ مین ایک سرطان پیدا ہوگیا تھا، یہی اس کے باپ کی موت کا سبب ہوا تھا،

ان مختلف مواقع کا تصور کیا جنین وہ رہ چکا تھا، لودی اور مارنگو کا خیال کیا، اور اگرچہ مین اس کمرہ مین صرف دس ہی منٹ
رہا، تاہم اس عرصہ مین میرے دماغ مین خیالات اتنی تیزی سے یکے بعد دیگرے آتے رہے کہ مین انھین آج شب مین
قلمبند بھی نہین کرسکتا،

باہر نکل کر معاملات انسانی کی بے ثباتی پر مین دیر تک غور کرتا رہا، اور یہ سوچتا رہا کہ اس کی تمام فتوحات اس کے
لئے اسوقت کتنی بیکار ہین، جو کچھ مین نے دیکھا ہے اُسے دیکھنے کے لئے ہزارون آدمی کیا کچھ نہ دیدینگے؟ . . . .
مجھے خوش قسمتی سے اس کے چند بال مل گئے ہین اور اُس کے خون مین ڈوبا ہوا ایک ٹکڑا کپڑا بھی، بلاشبہ
یہ یادگارین عجیب و غریب ہین، لیکن ہر وہ شے جسکا تعلق اتنے بڑے آدمی سے ہو اس قابل ہے کہ محفوظ رکھی جائے،

لونگ وود - ۷ مئی، ۷ ½ بجے شام،

مین آج صبح پہرہ پر جانے کے بعد جلد ہی وہان چلا گیا، اور اجازت لیکر کمرہ کے اندر داخل ہوا، وہ بالکل
پہلے ہی کیطرح پڑا ہوا تھا، اسکا چہرہ کسی قدر اور ڈھل گیا تھا، کمرہ مین صرف راہب، ایک خدمتگار اور مین تھا، مین نے
اسکا ہاتھ اٹھایا اور تھوڑی دیر تک لئے رہا، اس کی انگلیون اور اس کے خط و خال کو غور سے دیکھتا رہا، وہ ہاتھ جسکو
بادشاہون نے بوسہ دیا تھا اور جس نے کتنے آدمیون کو لرزہ براندام کردیا تھا، مین نے اپنی عمر مین اس سے زیادہ
پرسکون چہرہ کبھی نہین دیکھا، معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک بہت گہری اور میٹھی نیند سو رہا ہے، بجز اس کے کہ اس کے
لبون اور رخسارون کا رنگ نیلا پڑ گیا تھا، اس کے بائین جانب ایک ستارہ اور دو تمغے تھے، اس کے جسم پر ارا ریش
کی بس یہی چیزین تھین، اس کی ٹوپی بالکل سادہ تھی جس مین ایک سیاہ تسمہ اور ایک سہ رنگی کلغی لگی ہوئی
تھی، . . . .

اس کے بعد ڈاکٹرون مین سے ایک ڈاکٹر نے مجھے بلاکر نپولین کا معدہ دکھایا جو اس کے پہلو میں چاندی
کے ایک کوزہ مین رکھا ہوا تھا، دونون چیزین چربی سے بھری ہوئی تھین، اس کے معدہ مین مجھے وہ سوراخ
دکھایا گیا جو اس کی موت کا باعث ہوا تھا، وہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ مین اس مین اپنی چھوٹی انگلی داخل کرسکتا تھا

مجھے اس وقت تلوار کو غور سے دیکھنے کا موقعہ ملا، یہ کسی قدر پرانی تھی، اس مین سونے اور سیپ کا دستہ لگا ہوا تھا
اور ایک سادہ سفید پرتلہ جو میرے خیال مین وہ عموماً لگایا کرتا تھا،

اس مرتبہ باہر نکل کر مین اُس کمرہ مین گیا جہان کونٹس بیٹھی ہوئی تھی، تھوڑی دیر باتین کرنے کے بعد
اُس نے مجھ سے کہا کہ ایک مرتبہ پھر جا کر اس مرد عظیم کو آخری بار دیکھ لو، چنانچہ مین پھر گیا اور اُسکا ہاتھ اپنے ہاتھ
مین لیکر اُسکو الوداع کہی، اس کے بعد بھی مین ایک مرتبہ اور اندر گیا جب کہ لوگ اس کے سر کا نقشہ لے رہے تھے
لیکن بو ایسی سخت تھی کہ مین وہان ٹھہر نہین سکا، . . . .

ہم لوگ نپولین بونا پارٹ کی لاش کو ۹ر مئی چہارشنبہ کے روز گیارہ بجے دفن کرینگے، اُسکا دل اور
معدہ ایک کوزہ مین رکھکر اس کے پہلو مین دفن کر دیا جائیگا، تاکہ اگر مناسب ہو تو بعد مین یورپ مُنتقل
کر دیا جائے، . . . . . .

آپ تصور نہین کر سکتین کہ آج رات کو پہرہ پر مین کس قدر تنہائی اور وحشت محسوس کر رہا ہون،
مین نہین جانتا کہ یہ کیونکر ہے، لیکن حالت ایسی ہی ہے، مین نے ابھی ابھی اس کی لاش کے گرد ان پہرہ دارون
کو مقرر کیا ہے جو میرے خیال مین اس کے لئے آخری پہرہ دار ہونگے، مین اُس کے چہرہ کو اپنے دماغ کی آنکھ سے
دور نہین کر سکتا، وہ برابر میری نظرون کے سامنے آ رہا ہے، اور وہ بو بھی اب تک میری ناک اور میرے ہاتھون
پر ہے، . . . .

پنجشنبہ - ۱۰ر مئی سنہ ۱۸۲۱ء

کل ہم لوگون نے فوجی آداب کے ساتھ نپولین کو دفن کر دیا، . . . .

سر ہڈسن (Sir Hudson Lowe) نے تابوت پر کسی کتبہ کی اجازت نہین دی، اس لئے یہ بالکل سادہ
رکھا گیا،

"ع ز"

سر کی ساخت سے نسل کا تعلق

سرون کی خیالی لڑائی

نازی جرمنی مین قومی عصبیت کا جو جذبہ مختلف صورتون مین رونما ہو رہا ہے اس کا ایک تازہ نمونہ ایک
نظریہ کی شکل مین حال مین لائپزگ سے شائع ہوا ہے، برطانیہ کے مشہور فاضل سر آرتھر کائتھ (Sir Arthur
Keith) نے اس نظریہ پر ایک دلچسپ مقالہ "رسالہ اوبزرور (Observer)
مین لکھا ہے جسے سنڈے اسٹیٹسمین مورخہ ۲۳ر دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء نے نقل کیا ہے، ہم اس کا خلاصہ ذیل مین درج کرتے ہین،

اس وقت تک ماہرین انسانیات (Anthropologists) نے سر کی
ساخت کو بہت کچھ اہمیت دی ہے، ان کا خیال ہے کہ نوع انسانی کی ہر نسل ایک مخصوص شکل کا سر رکھتی ہے،
اور یہ شکل ایک پشت سے دوسری پشت مین منتقل ہوتی آتی ہے، لیکن اگر اس نظریہ کی صحت تسلیم کر لی جائے جو حال
مین لائپزگ سے شائع ہوا ہے تو علماے انسانیات کی اس متفقہ راے پر نظر ثانی کرنا پڑیگی، لائپزگ کا ماہر فن
بیان کرتا ہے کہ "سر کی ساخت زیادہ تر اتفاق پر مبنی ہے، اگر نوزائیدہ بچے سخت تکیے پر لٹائے جائین تو ان کے
سر کی شکل لمبی رہجائیگی، لیکن اگر ان کو نرم تکیے پر لٹایا جائے تو غالباً وہ برابر چت لیٹین گے، اور اس صورت مین
سر کی پشت کا حصہ چپٹا ہو جائیگا، اور اُن کے سر کی شکل گول ہو جائیگی"،

لائپزگ کے نظریہ کے مطابق سر کی ساخت کا تعلق تکیہ سے ہے نہ کہ نسل سے، لہذا اگر جرمنی کی تمام
ماؤن کو بچون کے لئے نرم تکیے استعمال کرنے سے قانوناً روک دیا جائے تو حکومت ایک ایسی قوم پیدا کر لے گی
جو کم سے کم ایک خصوصیت یعنی لمبے سر مین تو یکسان ہوگی،

لائپزگ کا نظریہ مہمل ضرور ہے، لیکن نہ تو نیا ہے اور نہ صحیح، یہ امر بار بار ثابت کیا جا چکا ہے کہ پیدائش

کے وقت بچون کے سر کی ساخت پہلے سے قائم ہو چکی ہوتی ہو، اور اس ساخت مین کسی قسم کی تبدیلی پیدا کرنے کے لے مسلسل کئی سال تک کافی محنت کرنا پڑتی ہے، جرمنی کے ماہرین انسانیات بھی اس امر سے بخوبی واقف ہین، اسی بنا پر خیال ہو کہ یہ نظریہ ان فضلا، کی تحقیق نہین بلکہ وزارتِ نشر و اشاعت کی ایک خود ساختہ چیز ہے،

لیکن کیا وجہ ہے کہ جرمن قوم کو یہ یقین دلانے کی کوشش کیجاتی ہو، کہ سر کی ساخت کو نسل سے کوئی خاص تعلق نہین ؟ اس کا جواب ۱۸۷۰ء کی جنگِ فرانس و جرمنی مین ملتا ہے، جس مین فرانس کو سخت ہزیمت ہوئی تھی، پیرس کے ایک فاضلِ انسانیات نے اس شکست کا انتقام اپنے زورِ قلم سے لینا چاہا، اور یہ تاریخی تحقیق پیش کی، کہ جرمنی مین دو نسل کے لوگ آباد ہین، ایک تو خالص جرمن نسل کے جنھین ٹیوٹن (Teuton) بھی کہتے ہین، اور دوسرے پرشا کے رہنے والے (Prussians) اس نے بتایا کہ پرشا کے رہنے والون کو جرمن نسل سے کوئی تعلق نہین بلکہ وہ منگول اور سلاف (Salvs) قومون کی ایک مخلوط قوم ہین، اور انہی دونون قومون کی ظالمانہ خصوصیات اُن مین پائی جاتی ہین،

جرمنی کے ممتاز ماہر انسانیات ورکاؤ (Verchow) نے جو پرشا کا باشندہ تھا اس دعوی کے جواب مین بویریا کے خالص جرمن نسل والون اور پرشا کے باشندون کی جسمانی خصوصیات کا موازنہ کرنا چاہا، اور دونون صوبون کے اسکول کے بچون کا موازنہ کرایا، اس امر پر سب کا اتفاق تھا کہ خالص جرمن نسل کے لوگ نیلی آنکھین اور سرخی مائل بال رکھتے ہین، موازنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ پرشا کے بچے بویریا کے بچون کے مقابلہ مین یہ خصوصیات زیادہ رکھتے ہین، جہان تک رنگ کا تعلق تھا پرشا کے باشندے ٹیوٹن نسل کے مرکز سویڈن اور ناروے کے لوگون سے زیادہ مشابہ نکلے رنگ کی بنا پر پرشا کے باشندے دعوی کر سکتے ہین کہ وہ خالص جرمن نسل کے لوگ ہین جس کا جدید نام نورڈک (Nordic) آج کل زیادہ مقبول ہو، اب رہا سر کی ساخت کا سوال، جیسا کہ قبرستان کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے فرینک (Frank) سیکسن (Saxon) انیگلیز (Angles) اور جوٹ (Jutes) قومون کے سر لمبے ہوتے تھے، ان قدیم جرمن قومون کے سر بہت شاذ چوڑے ہوتے تھے، اور کاؤ نے سرون کا بھی معائنہ کرایا، جو لوگ ہالینڈ اور بحر شمالی کے قریب آباد تھے، ان مین سے زیادہ تر لوگون کے سر لمبے پائے گئے، لیکن جب ان مغربی علاقون سے آگے بڑھکر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ جرمن قوم کی ایک بڑی اکثریت کے سر لمبے نہین بلکہ قوم سلاف کے سرون کی طرح گول تھے، چنانچہ سلطنت جرمنی کے تمام حصون مین علاوہ مغربی اور جنوبی مغربی حصون کے گول سر کے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہین،

گذشتہ جنگِ عظیم کے دوران مین پروفیسر پارسنس (E. G. Parsons) سلطنت جرمنی کے تمام حصون کے سپاہیون کے سرون کی پیمایش کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے تھے کہ "چھٹی صدی عیسوی کے بعد چوڑے سر کی سلافی نسل نے بتدریج لمبے سر کی نورڈک نسل کو نکال کر اسکی جگہ پر خود قبضہ کر لیا، نہ صرف پرشا، بلکہ جرمنی کے ہر حصہ مین"۔

یورپ، نیز مغربی ایشیا مین گول سر کے لوگون کا کثرت سے پھیل جانا اس وقت تک ایک لاینحل مسئلہ ہو، عہد یخ (ICE) کے اختتام پر یورپ کی پوری آبادی لمبے سر کی تھی، اب صورتِ حال برعکس ہو، صرف برطانیہ اور اسپین مین لمبے سر کے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہین، اس تبدیلی کا سبب ابھی تک متعین نہ ہو سکا، مقالہ نگار کا خیال ہو کہ گول سر ہونا ایک قسم کا متعدی مرض ہے جو ازدواجی تعلقات کے قائم ہونے پر تیزی کے ساتھ پھیل جاتا ہے، چنانچہ جرمنی مین گول سر والون کی کثرت بھی موصوف کی راے مین کسی ایسے ہی طریقہ سے پیدا ہوئی، تعجب ہے کہ برطانیہ مین اس تعدیہ کا اثر بہت ظاہر ہوا، تقریبًا ساڑھے تین ہزار برس پیشتر انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے مشرقی حصون مین گول سر کی ایک قوم کثرت سے آباد تھی، جس کو قوم بیکر (Beaker) کہتے تھے، لیکن اتنی مدت مین لمبے سر والون نے غلبہ حاصل کر لیا، اگرچہ قوم بیکر کے چند افراد اس وقت بھی پائے جاتے ہین،

"ع ز"

اخبارِ علمیہ

چاند کی ارضیات کا مطالعہ

حال تک ہیئت دانون کی توجہ دوسرے سیارون کی بہ نسبت چاند کی طرف بہت کم تھی، کیونکہ
اسے وہ غیر آباد اور غیر اہم سمجھتے تھے، گلیلیو (Galileo) پہلا ہیئت دان تھا جس نے اپنی دوربین
کے ذریعہ اس کا مطالعہ کیا اور سنہ ۱۶۰۹ء مین اس تحقیق کا اعلان کیا کہ چاند کی شکل بجائے ایک قرص کے جیسا کہ وہ
بظاہر نظر آتا ہے، ایک کرہ کے مثل ہے جو کرۂ ارض سے بہت کچھ مشابہ ہے، اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کی سطح
پر پہاڑ اور کوہ آتش فشان کے دہانے موجود ہین، نیز کچھ وسیع تاریک خطے بھی ہین جو غالباً سمندر ہین، گلیلیو کا یہ
خیال کہ چاند مین سمندر بھی ہین، تھوڑے ہی دنون کے بعد غلط ثابت ہو گیا، لیکن اس مین نباتات کا وجود حال
تک تسلیم کیا جاتا تھا اور ابھی زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ رصدخانہ ہارورڈ کے ہیئت دان پروفیسر پکرنگ (H. D.
Pickering) نے سطح پر کچھ ایسے تغیرات مشاہدہ کئے تھے جن سے نباتات کے وجود کا خیال زیادہ
مستحکم ہو جاتا تھا، انھون نے دیکھا کہ چاند کے دن کے روشن اور گرم حصہ مین جو ہمارے چودہ دنون کے
برابر ہوتا ہے، کچھ چیزین حیرت انگیز سرعت کے ساتھ بڑھ جاتی ہین، لیکن رات کے تاریک اور سرد
حصہ مین جو ہماری چودہ راتون کے برابر ہوتا ہے پھر فنا ہو جاتی ہین، مگر اب پروفیسر موصوف کا یہ انکشاف
تازہ ترین تحقیق کی بنا پر مسترد کر دیا گیا ہے، چند روز ہوئے امریکہ کے ممتاز ہیئت دانون اور ماہرین ارضیات
کو ایک جماعت جو امریکی مجلس قمر (American Moon Committee)

کے نام سے موسوم کیجاتی ہے، چاند کے مطالعہ و تحقیق پر مامور کی گئی تھی، اس کمیٹی کا کام ابھی ختم نہین ہوا ہے
لیکن اس نے اپنی تحقیق کے بعض نتائج شائع کر دیئے ہین، کمیٹی کا بیان ہے کہ چاند کی سطح کی خارجی پرتین،
آتش فشانی راکھ اور جانوے کی بنی ہین، چاند مین نہ ہوا ہے نہ پانی اور نہ کسی قسم کی حیات، اسکا ٹمپریچر دن
کے وقت نہایت گرم اور رات مین نہایت سرد رہتا ہے، لیکن سطح سے چند فٹ نیچے کا ٹمپریچر غالباً ہمیشہ
پانی کے نقطۂ انجماد پر رہتا ہے، چاند کی سطح پر گہرے گہرے نشانات پڑے ہوئے ہین، لیکن ان نشانات کا
باعث پانی، ہوا، یا موسم کا اثر نہین ہے، چاند مین جاذبہ کی کشش (Pull of gravity) کرۂ ارض
کے جاذبہ کی کشش کی بہ نسبت صرف ۱/۶ ہے، وہان نہ پانی ہے، نہ برف ہے، اور نہ کرۂ ہوائی کی کوئی چادر
ہے، جو آفتاب کی شعاعون کا تصادم ہلکا کر دے، اور سطح سے گرمی کو نکل جانے دے، ٹمپریچر بھی انتہائی
درجون تک پہنچ جاتا ہے، سطح کا ٹمپریچر دوپہر کے وقت (۱۲۰) درجہ سنٹی گریڈ رہتا ہے، لیکن رات شروع
ہونے کے بعد ہی صفر سے (۱۰۰) درجہ سنٹی گریڈ نیچے تک آ جاتا ہے، بعض اوقات اونچے سے اونچے ٹمپریچر
سے نیچے سے نیچے ٹمپریچر تک ایک گھنٹہ سے کم ہی مدت مین تغیر واقع ہو جاتا ہے، زمین کے پہاڑون اور
آتش فشانی دہانون کے مقابلہ مین چاند کے پہاڑ اور آتش فشانی دہانے بہت بڑے ہین، بعض پہاڑون
کی بلندی پچیس ۲۵ ہزار فٹ ہے، اور کم سے کم ایک دہانہ ایسا معلوم ہوا ہے جس کی گہرائی چوبیس ۲۴ ہزار فٹ
ہے، ماہرین ارضیات کا خیال ہے کہ اس زیادتی کا سبب غالباً چاند مین جاذبہ کی کمی اور ہوا کی عدم مزاحمت
ہے، چاند کی سطح نرم اور اسفنجی ہے اور وہ ایک عمدہ حاجز حرارت (Heat Insulator)
بھی ہے،

لکنت اور اس کا علاج

امریکہ مین ایک ہسپتال ہے، جس مین صرف ان مریضون کا علاج کیا جاتا ہے، جو زبان کے نقص
کی وجہ سے اچھی طرح گفتگو نہین کر سکتے، یہ ہسپتال سنہ ۱۹۱۶ء سے قائم ہے، چند روز ہوے اس کے ڈائرکٹر

ڈاکٹر جیمس گرین (Dr. James Greene) نے اپنی رپورٹ مین بیان کیا کہ جب سے یہ ہسپتال قائم ہے، پندرہ ہزار سے زائد لکنت کے مریضون کا علاج کامیابی کے ساتھ کیا جا چکا ہے، انمین ایک مشہور شخص البرٹ پین (Albert Paine) پچاس ۵۰ سال سے زائد تک اس مرض مین مبتلا رہا، ایک دوسرا شخص سینتیس ۳۷ سال تک لکنت کرنے کے بعد صرف چھ مہینہ کی قلیل مدت مین بالکل صاف بولنے لگا، اس ہسپتال کی کارگذاری کی بنا پر طبی حلقہ مین یہ خیال ظاہر کیا جانے لگا ہے کہ لکنت کا ہر مریض تندرست ہوسکتا ہے، ڈاکٹر گرین کی رائے ہے کہ انسانون کی دو قسمین ہین، ایک معمولی اور دوسرے وہ جن مین لکنت کا مادہ موجود ہوتا ہے، دوسری قسم کے لوگون کے جذبات کا دائرہ پہلی قسم کے لوگون کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہوتا ہے، اور انھین اپنے جذبات پر قابو کم حاصل ہوتا ہے، جن لوگون مین لکنت کا مادہ موجود ہوتا ہے، ان کے اعصاب پر صدمون کا اثر دوسرے لوگون سے زیادہ پڑتا ہے، اور یہ اثر زائل نہین ہوتا بلکہ رفتہ رفتہ اکٹھا ہوتا جاتا ہے، ایسا شخص اپنے تاثرات کی شدت کو حسب خواہ طریقہ پر الفاظ مین ظاہر نہین کرسکتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چند دنون کے بعد وہ تنہائی پسند ہوجاتا ہے، اور سوسائٹی سے گریز کرنے لگتا ہے، وہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کی زندگی ایک مصیبت کی زندگی ہے،

اس بنا پر ڈاکٹر گرین کا ہسپتال سب سے پہلے مریض مین خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اُسے اپنے جذبات پر قابو حاصل کرنا سکھاتا ہے، موصوف کا خیال ہے کہ ہسپتال کی کامیابی کا اصلی راز اس یگانگی مین ہے جو لکنت کا مریض وہان محسوس کرتا ہے، وہ مدتون کے بعد اپنے کو ایک سوسائٹی کا ممبر پاتا ہے، اور دیکھتا ہے کہ اس کی شکایت صرف اسی تک محدود نہین بلکہ دوسرے لوگ بھی اسمین شریک ہین ہسپتال مین داخلہ کے بعد مریض کی جانچ برابر ہوتی رہتی ہے، اور اُس کی گفتگو کے نقائص طبی وسائل سے بھی دور کئے جاتے ہین، لیکن اصلی زور خود اعتمادی کے پیدا کرنے پر دیا جاتا ہے، اس غرض سے وہان کلب اور سوسائٹیان قائم ہین، مریض ان مین جاکر تقریرین کرتے ہین، گاتے اور ناچتے ہین، کچھ دنون کے بعد انھین

اپنے جذبات پر قابو حاصل ہوجاتا ہے، اور خود اعتمادی واپس آجاتی ہے، اسی دوران مین گفتگو کا نقص گویا خود بخود غائب ہوجاتا ہے،

اٹلی مین آبادی بڑھانے کی ترغیبین

اٹلی کے ڈکٹیٹر مسولینی کے نزدیک ملک کی آبادی کا مسئلہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے، اور وہ اسے ترقی دینے کیلئے مختلف قسم کی ترغیبون سے کام لے رہا ہے، چنانچہ پچھلے بڑے دن کی تقریب مین اُسنے ترانوے عورتون کو جو اٹلی کے ترانوے صوبون سے کثرت اولاد کی بنا پر منتخب کرکے روم مین بھیجی گئی تھین انعامات تقسیم کئے، انعامات کے علاوہ مختلف ترغیبون کے ذریعہ مسولینی نوجوانون کو شادی کرنے پر آمادہ کر رہا ہے، جن والدین کے بچے زیادہ ہوتے ہین ان کیساتھ مخصوص رعایتین برتی جاتی ہین، مثلاً جس شخص کے کم سے کم چھ بچے ہوتے ہین، اُسے ہر قسم کے ٹیکس سے معاف کر دیا جاتا ہے، برخلاف اسکے جو لوگ شادی نہین کرتے انھین جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے، انھین ایک خاص قسم کا ٹیکس دینا پڑتا ہے، جس کی مقدار پچیس ۲۵ سے پینتیس ۳۵ سال تک کی عمر والون کیلئے ہلکی ہوتی ہے، پینتیس ۳۵ سے پچاس ۵۰ سال تک کی عمر والون کیلئے یہ مقدار بڑھادی جاتی ہے، اور پچاس ۵۰ سال سے زیادہ عمر والون کیلئے اور بھی زیادہ کردیجاتی ہے، ملازمتون مین بھی شادی شدہ اشخاص کو ہمیشہ ترجیح دیجاتی ہے، مسولینی صرف اپنے ہی ملک کیلئے سپاہیون اور کام کرنے والون کی تعداد بڑھانا نہین چاہتا، بلکہ اسے تمام یورپین قومونکی فکر ہے، اسکا بیان ہے کہ "یورپ فنا ہو رہا ہے، سفید نسل والون کی تعداد مستقل طور پر روز بروز کم ہوتی جاتی ہے" وہ پروفیسر سائمنس (PROF. SIEMENS) کا ہم خیال ہے کہ سب سے زیادہ تندرست اور توانا بچے پہلے اور دوسرے بچے نہین ہوتے، بلکہ تیسرے اور چوتھے بچے ہوتے ہین، اس بنا پر ہر شخص کو چاہئے کہ کم سے کم چار بچے پیدا کرے، شادی کرنے کیلئے ایک خاص ترغیب یہ دیجاتی ہے کہ نکاح کیوقت شوہر کی زندگی کا بیمہ کر دیا جاتا ہے، اور اس "ازدواجی بیمہ" کے رو سے اُسے حق حاصل ہوجاتا ہے کہ جب وہ چھ بچون کا باپ ہوجائے تو بیمہ کی رقم کا نصف حصہ اُسے فوراً دیدیا جائے، بقیہ نصف میعاد کے ختم ہونے پر دیا جاتا ہے، لیکن اسکے لئے پھر کوئی قسط ادا نہین کرنی پڑتی، نئے شادی شدہ لوگون کے لئے جو اپنا "ہنی مون" روم مین گذارنا چاہتے ہین ریل کے محصول مین ستر فیصدی کی تخفیف کردیجاتی ہے، مزدور پیشہ طبقہ کی عورتون کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے، انکے ہان جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو حکومت کیطرف سے اسکا وظیفہ مقرر کر دیا جاتا ہے، ہر سال تقریباً اڑتیس ۳۸ ہزار وظیفے تقسیم کئے جاتے ہین، "ع، ز"

ادبیات

تجلیات

از جناب عبدالسمیع پال صاحب آثر صہبائی، وکیل سیالکوٹ

تباہیون مین بھی جس کی نظر بلند رہے
یقین ہے کہ وہ دنیا مین سربلند رہے

فلک نے پیس کے گو خاک کردیا مجھ کو
ہمیشہ حوصلے میرے مگر بلند رہے

تو سجدہ گاہِ دو عالم ہو اے رہینِ سجود
تو خود شناس اگر ہو تو سربلند رہے

عجیب چیز ہے یہ ماسوا سے بے خبری
زمانہ بھر مین یہی بے خبر بلند رہے

بچھائین آنکھین تری راہ مین مہ و خورشید
نگاہِ شوق تری اس قدر بلند رہے

ہزار ظلم ہون تجھ پر ہون لاکھ جور و ستم
جہان مین علمِ حق مگر بلند رہے

یہ چاند اور ستارے ہون تیرے زیرِ قدم
تری نگاہ اگر اے آثر بلند رہے

سخنِ ماہر

از مولوی منظور حسین صاحب ماہر القادری، حیدرآباد دکن،

دید کے قابل مریضِ ہجر کا انجام ہے
جانبِ در ہے نظر لب پر کسی کا نام ہے

عشق ہی آغاز میرا، عشق ہی انجام ہو
میری فطرت بے نیازِ گردشِ ایام ہے

ہمنشین، مجکو نہین راحت سے کوئی دشمنی
دل کو کیا کہئے کہ ظالم خوگرِ آلام ہے

دل کی دھڑکن، سانس کی آواز جنبش نبض کی
ہر صدا اپنی جگہ، اک موت کا پیغام ہے

کر رہی ہے، درحقیقت کام ساقی کی نظر
میکدے مین گردشِ ساغر، برائے نام ہے

ہے عبارت، ہستیِ انسان خیال و وہم سے
آدمی کچھ بھی نہین، اک پیکرِ اوہام ہے

اُف تری مخمور آنکھون کی نشاط انگیزیان
میری مدہوشی ابھی تک بے نیازِ جام ہے

دیکھ لی، دنیا کی دنیا ساز فطرت دیکھ لی
اب تو تیرا آسرا اے مرگِ بے ہنگام ہے

فطرتِ شاعر ہے ماہر مہبطِ اسرارِ حق
شعر کہتے ہین جسے الہام ہے، الہام ہے

تلاش

از جناب شیخ عبداللطیف صاحب تپش ایم اے ام او ال لکچرار ایمرسن گورنمنٹ کالج ملتان

ٹوٹے ہوئے دلون کی دعا کو تلاش ہو
بکھرے ہوئے پرون کی ہوا کو تلاش ہو

ایمان لا چکے ہین مری جستجو مین بُت
بندہ ہون وہ کہ جس کی خدا کو تلاش ہو

سو بند شین تھین رنگِ پریدہ کے واسطے
یہ جانتا اگر کہ حنا کو تلاش ہو

پھرتی ہے پیچھے پیچھے اجل اف ری زندگی
ملتا نہین ہو درد، دوا کو تلاش ہو

جو بے نیازِ صدمۂ مضراب ہو چکا
اس سازِ بے صدا کی نوا کو تلاش ہو

کیون زلفِ یار صبح سے بل کھا رہی ہو آج
کیا جانے کس کی شامِ بلا کو تلاش ہو

اللہ رے نمائشِ جذباتِ حسن و عشق
اُن کے ستم کی میری وفا کو تلاش ہو

اے خار مژدہ باد کہ ابھرے پھر آبلے
شاد اے خلش کہ پھر کفِ پا کو تلاش ہو

گم گردہ کاروانِ عدم ہین جنابِ خضر
اور تشنہ کام آبِ بقا کو تلاش ہو

ناآشنائے عالمِ ذرات ہے تپش!
وہ مشتِ خاک جس کی صبا کو تلاش ہو

باب التقریظ والانتقاد

رسالون اور اخبارون کے خاص نمبر

ذیل کے چند رسالون اور اخبارون کے خاص نمبر موصول ہوئے،

سالنامہ مجلہ کابل، ناشر انجمن ادبی، کابل، افغانستان، حجم زائد از ۵۰۰ صفحات، تقطیع ۲۲×۸۱/۴

افغانستان کا مشہور رسالہ کابل جو وہان کی علمی مجلس انجمن ادبی کی نگرانی مین نکلتا ہے، دو سال سے اپنا سالنامہ نکالتا ہے، اس سال بھی اسکا سالنامہ ضخیم حجم کے ساتھ اہتمام سے نکلا ہے، یہ ایک طرف مفید علمی تاریخی اور ادبی مضامین سے لبریز ہے، اور دوسری طرف افغانستان کی سیاسی، تمدنی، معاشی، علمی، اور تعلیمی ترقیون کا مستند مرقع ہے، مضامین کا آغاز اعلیحضرت شاہ افغانستان کے سوانح حیات سے ہوا ہے، اس کے بعد چند رسمی اور شاہی فرامین وغیرہ کی نقلین درج ہین، پھر افغانستان کے طبعی جغرافیہ اور یہان کے معادن، اور طبقات ارض وغیرہ پر مختلف مضامین ہین، اس کے بعد حکومت کے مختلف شعبون اور دوائرون، مثلاً صدارت عظمیٰ وزارت حربیہ، داخلیہ، خارجیہ، مالیہ، تعلیم، تجارت اور فوائد عامہ وغیرہ کے خدمات اور ان کے عہدہ دارون کا ذکر ہے، پھر مختلف محکمون حفظان صحت، پوسٹ آفس، ٹیلیگراف اور ٹیلیفون کی کارگذاریون کا تذکرہ ہے، پھر ولایات کابل، ہرات، مزار شریف وغیرہ کے حالات ہین، پھر مختلف شہرون کی بلدیات کے نظام اور انکی کارگذاریون کا ذکر آیا ہے، اسی طرح صیغۂ تعمیر، اور نشر و اشاعت وغیرہ کی تفصیلات الگ الگ درج ہین، پھر مختلف مضامین سیاسی، تاریخی، تمدنی اور سائنٹفک مباحث پر ہین،

یہ سالنامہ اپنی تصویرون کے اعتبار سے بھی امتیاز رکھتا ہے، افغانستان کے تقریباً تمام اکابر و وزراء، اعیان دولت، ولاۃ، ارکان مجلس ملی، سفراء، بلدیات کے صدر، مختلف محکمون کے افسران اعلیٰ، اور مشہور اہل قلم کی تصویرین سینکڑون کی تعداد مین ہین، پھر افغانستان کی سرکاری عمارتون کے مختلف مناظر، اور شاہی لشکر کی نقل و حرکت وغیرہ کی تصویرین شائع ہوئی ہین،

ہم کارکنان انجمن ادبی کو افغانستان کے متعلق اس وقیع اور کارآمد ذخیرہ معلومات کے شائع کرنے پر مبارکباد دیتے ہین،

رسالہ ادبی دنیا کا سالنامہ نمبر، اڈیٹر جناب منصور احمد صاحب، حجم ۲۳۲ صفحات، تقطیع ۲۶×۲۰/۴ قیمت عہ، پتہ:- دفتر ادبی دنیا کمرشل بلڈنگ، مال روڈ، لاہور،

رسالہ ادبی دنیا کا یہ سالنامہ کافی توجہ اور محنت سے مرتب کیا گیا ہے، اردو کے مشہور ادیبون، افسانہ نگارون اور شاعرون کے مضامین نظم و نثر درج ہین، مضامین ہر قسم کے ہین، اور وہ مختلف عنوانون "ڈرامے" "افسانے" "علمی مضامین" "تحقیقی مضامین" "تاریخی افسانے و تبصرے" "ادبی مضامین" "نظمین" وغیرہ مین تقسیم کئے گئے ہین، اکثر مضامین دلچسپ اور افسانے اور ڈرامے نتیجہ خیز اور پڑھنے کے لائق ہین، تصویرین بھی خاصی تعداد مین ہین،

رسالہ ہمایون کا سالگرہ نمبر، ادارہ: جناب بشیر احمد بی اے، (اکسن) و جناب حامد علی خان صاحب بی اے، ۱۲۶ صفحات، دفتر ہمایون نمبر ۲۳، لارنس روڈ، لاہور،

ہمایون، لاہور کا متین اور سنجیدہ ادبی رسالہ ہے، چند سال سے ماہ جنوری مین سالگرہ نمبر نکالتا ہے، اس مرتبہ بھی اچھے اور سنجیدہ مضامین نظم و نثر کے ساتھ نکلا ہے، "بزم ہمایون" مین ۱۹۴۲ء کے اردو رسالون پر عام نظر ڈالی گئی ہے، "جہان نما" مین مختلف ملکون کے سیاسی و معاشی حالات پر تبصرہ درج ہے، ایک مضمون "تیز رو زمانہ" مین بیسوین صدی کے ۴۲ سالون کی سیاسی و معاشی اور فنی ترقیون کو دکھایا ہے، دوسرے مضامین

بھی بلند پایہ مغربی ادیبون اور شاعرون کے مضامین اور نظمون کے ترجمے ہین، اسی طرح طنزیہ ادبی مضامین بھی کافی تعداد مین ہین، مغربی مصورون کی بنائی ہوئی چند تصویرین بھی شائع ہوئی ہین،

رسالہ نیرنگ خیال کا عید نمبر، اڈیٹر جناب حکیم محمد یوسف حسن صاحب، ۸۰ صفحے قیمت ۸ر پتہ :- دفتر نیرنگ خیال، شاہی محلہ، لاہور،

رسالہ نیرنگ خیال نے ماہ جنوری ۳۵ئ کے پرچہ کو عید نمبر کے نام سے شائع کیا ہے، چند مضامین عید سے متعلق ہین، دوسرے مضامین ماہانہ رسالہ مین معمولاً شائع ہونے والے ہین، اگر عید سے متعلق مضامین کو شروع مین یکجا کر دیا جاتا تو اچھا ہوتا،

رسالہ تنویر کا عید نمبر، اڈیٹر جناب فائق احمد کرتپوری، ۹۶ صفحے، قیمت: ۱۲ر پتہ :- ہارون برادرس بلڈنگ، رام سوامی کوارٹرز، کراچی،

رسالہ تنویر کا تذکرہ معارف کے گذشتہ نمبر مین کیا گیا ہے، اس کا عید نمبر صحیح معنون مین عید نمبر ہے، اس نظم کے تقریباً سب مضامین عید سے متعلق ہین، مضامین ہر قسم کے ہین، مثلاً "علمی و تحقیقی مضامین" کے ذیل مین "شاہی عید لکھنؤ مین" (خواجہ عشرت لکھنوی) اور "مصحفی کا تہنیت نامہ دربار جہاندار شاہ مین" وغیرہ مضامین ہین، موخر الذکر مضمون سے متعلق ایک تاریخی مرقع بھی شائع کیا گیا ہے، جس مین مصحفی اپنا تہنیت نامہ دربار مین پیش کر رہے ہین، اسی عہد سے متعلق مزاحیہ مضامین، اور شعراء کی عیدی نظمین شائع ہوئی ہین،

رسالہ شاہجہان کا خاص نمبر، اڈیٹر جناب سید وصی اشرف صاحب، دہلوی، ۸۸ صفحے، قیمت ۶ر پتہ: دفتر شاہجہان، جامع مسجد، دہلی،

رسالہ شاہجہان کا تذکرہ بھی گذشتہ مہینہ مین ان صفحات مین کیا گیا ہے، اس رسالہ کا "خاص نمبر" ماہ جنوری ۳۵ئ مین نکلا ہے، مضامین مین افسانون کا حصہ زیادہ ہے، افسانے نتیجہ خیز اور دلچسپ ہین، رسالہ مصور ہے،

رسالہ مومن کا مساوات نمبر، مرتبہ جناب محمود الحسن صاحب بدایونی ۱۲۰ صفحات قیمت عہر مقام اشاعت : محلہ ناہر خان، بدایون،

کچھ دن گذرے مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند کا ایک رسالہ نہایات الارب فی غایات النسب شائع ہوا تھا، اس رسالہ پر ہندوستان کی مومن برادری نے احتجاج کیا، کہ اس مین پیشہ ور مسلمان قومون کی توہین کی گئی ہے، اسی طرح مولوی احمد رضا خان صاحب مرحوم بریلوی کے فتاوی رضویہ مین پیشہ ورون کے متعلق نامناسب اور توہین آمیز فقرے لکھے گئے ہین، نیز مولنا اشرف علی صاحب تھانوی کی کسی تحریر سے بھی مومن جماعت کو اختلاف ہوا، ان تمام تحریرون کے جواب اور احتجاج مین بدایون کے رسالہ مومن نے اپنا مساوات نمبر نکالا ہے، جو دراصل اس رسالہ کے اگست سے نومبر تک کے پرچون کا مجموعہ ہے، اس مین ان مذکورۂ بالا تحریرون کے متعلق تمام معلومات، مثلاً مومن جماعت کے نزدیک ان تحریرون کے قابلِ اعتراض فقرے، مختلف اخبارات مین ان کے خلاف احتجاجی تحریرین، مختلف انجمنون اور جلسون کی احتجاجی تجویزین، دیوبند کے ذمہ دار ارکین اور جمعیۃ المومنین یا جمعیۃ الانصار کے درمیان رسالہ غایات النسب کے متعلق مفصل خط و کتابت وغیرہ درج ہین، اسی طرح رسالہ غایات النسب مین بعض پیشہ ورون کے متعلق چند حدیثین درج کی گئی تھین، جو ضعیف اور متروک تھین، ان حدیثون کے نقد مین، چند مستند علمائے ہند کی تحریرین بھی اس مین موجود ہین، پھر مومن جماعت کے مختلف اہل علم نے رسالہ غایات النسب کے متعلق اپنے تاثرات لکھے ہین، اس پر مذہبی و علمی حیثیت سے نگاہ ڈالی ہے، اور دکھایا ہے کہ نہ صرف ضعیف احادیث بلکہ مستطرف جیسی محاضرات کی ہنسنے ہنسانے والی کتاب کی روایت تک پر استدلال کی بنیاد قائم کیگئی ہے، لیکن افسوس ہے کہ ان جوابی تحریرون مین بھی بعض فقرے قلم سے زیادہ تیز نکل گئے ہین، مثلاً "ان جلاہون کی کمائی سے کتنے شیوخ و سادات اپنے پیٹ پال رہے ہین . . . . . . کتنے شیوخ و سادات ہین جو خود اپنی اور اپنے اہل و عیال کی پرورش اور نگہداشت مین اسبابی طور پر ان جلاہون کے مرہونِ منت ہین" یہ اشتعال انگیز فقرے بجائے دعوتِ اتحاد کے جس کی ضرورت ہے، عصبیت کی

خلیج کو اور بڑھانے والے ہین، امید ہے کہ اس فتنہ کی آگ کو اب اور زیادہ مشتعل نہ ہونے دیا جائے،

پیام کا تاسیس نمبر، اڈیٹر مولوی محمد حسین حسان ندوی، حجم ۱۰۰ صفحون سے زیادہ، قیمت ۴ر

پتہ:- دفتر پیام تعلیم، جامعہ ملیہ دہلی،

رسالہ پیام تعلیم بچون کا مفید اور دلچسپ رسالہ ہے، جامعہ کے یوم تاسیس کے موقع پر اس کا تاسیس نمبر نکلتا ہے، اس سال اگرچہ ابھی تک یوم تاسیس نہین منایا گیا، مگر یہ پرچہ اپنے وقت پر شائع ہو گیا ہے، اور کافی محنت اور جانفشانی سے تیار کیا گیا ہے، اس تاسیس نمبر کے ذریعہ ملک کے مختلف اکابر ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مولنا سید سلیمان ندوی، اور خواجہ عبد المجید وغیرہ نے طلبہ کو اپنے پیامات دیئے ہین، اور انھین علم وعمل کے نکتے سمجھائے ہین، رسالہ کے مضامین اور ترتیب مین تنوع اور جدت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ڈاکٹر ذاکر حسین خان نے جامعہ کے نشان کا مفہوم بڑی میٹھی زبان مین سمجھایا ہے، ڈاکٹر محمود حسین خان نے "آخری قدم" کے عنوان سے خلق کی خدمت کرنے، اور اپنے خدمات کو احسان کے لائق نہ سمجھنے کا ایک نمونہ دکھایا ہے، جناب محمود علی خان نے ایک مضمون جامعہ کے دور اول کے طلبہ اور دار الاقامہ کی سادہ زندگی جوش عمل، اور مذہبی پابندی کے جذبات کا نقشہ کھینچا ہے، مولوی عبد السلام قدوائی نے عہد فاروقی کے "دو فقیر گورنرون" کی سادگی دکھائی ہے، اسی طرح مختلف تاریخی، اصلاحی، اور نتیجہ خیز اخلاقی مضامین ہین بعض مضمونون مین سائنٹفک معلومات بھی دلکش پیرایہ مین لکھے گئے ہین "مین سب کو دیکھون مجھے کوئی نہ دیکھے" کے عنوان سے ایک بہترین قسم کا "ظریفانہ سائنٹفک افسانہ" ہے، اسی طرح طلبہ کے لئے دلچسپ نظمین اور گیت درج کئے گئے ہین، رسالہ کی اصل خصوصیت اس کو طلبہ کے لئے دلکش اور جاذب توجہ بنانا ہے، اکثر مضمون نگارون کی تصویرین مضمون کے پہلے صفحہ پر درج ہین، اسی طرح مختلف مضامین کو مصور کر کے شائع کیا گیا ہے، اور بچون کا دل بہلانے کے لئے کارٹون اور تصویرین چھاپی گئی ہین تصویرین اتارنے کے خاکے اور نقشے دیئے گئے ہین، اور پرمذاق کارٹونون کے ذریعہ بچون سے دلچسپ سوالات کئے گئے ہین، ہم اس رسالہ کی اشاعت پر مولوی

حسین حسان صاحب کو مبارکباد دیتے ہین،

رسالہ ساقی کا سالنامہ ۱۹۳۵ء (مصور) اڈیٹر جناب شاہد احمد بی اے (آنرز) دہلوی،

۲۷۲ صفحات، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت: عمہ، دفتر ساقی، دہلی،

رسالہ ساقی کو دہلی کے ادبی رسالون مین امتیاز حاصل ہے، اس کا سالنامہ ماہ جنوری ۳۵ء مین نکلا ہے، بعض مضامین اچھے خاصے بلند معیار ہین، ریاض مرحوم اور انکی شاعری پر ایک مضمون غور وفکر سے لکھا گیا ہے، جسمین اُن کی شاعری کے صحیح خصوصیات متعین کئے گئے ہین، اور ان کے اور دوسرے شعراء کے خمریات کا فرق بتایا گیا ہے، ایک دوسرا مضمون "ملک الامراء فخر الدین" پر ہے، اسی طرح چند دلچسپ افسانے شائع ہوئے ہین، نظم مین حکیم الشعراء امجد حیدرآبادی، جناب جوش ملیح آبادی، اثر صہبائی، اور جناب ماہر القادری کے کلام ہین، مجموعی حیثیت سے یہ دلچسپ ادبی مجموعہ ہے،

پھول کا سالگرہ نمبر، لاہور، (مصور) اڈیٹر شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی صاحب،

حجم تقریباً ۱۰۰ صفحے، کتابی تقطیع، قیمت ۸ر، پتہ:- دار الاشاعت پنجاب لاہور،

لاہور کا ہفتہ وار پھول، اردو زبان مین بچون کا سب سے پرانا اخبار ہے، ۱۹۰۹ء سے اپنی خاص روش پر نکل رہا ہے، اردو زبان کے بہت سے نوجوان اہل قلم ہین، جنھون نے پھول کے ذریعہ مضمون نویسی سیکھی اور اس وقت اردو کے اچھے انشا پرداز ہین، اور اسی طرح ایسے بکثرت لوگ ہین جنھون نے اس سے سیاست کا پہلا سبق لیا، اور اس وقت سیاسی بصیرت رکھتے ہین، اس ہفتہ وار کا پہلا پرچہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۰۹ء کو نکلا تھا، اکتوبر ۳۴ء مین اس کی عمر کے پچیس ۲۵ سال پورے ہوگئے، اس کی یادگار مین مولوی سید ممتاز علی صاحب نے اس کا جوبلی نمبر نکالا ہے، اور اس کے مضمون نگارون مین زیادہ تر وہی بوڑھے بچے ہین، جنکے دل بچپن مین اس پھول کو دیکھ کر شگفتہ ہو جاتے تھے، چنانچہ سید امتیاز علی تاج، عبد المجید سالک، صوفی غلام مصطفےٰ تبسم، اور چراغ حسن حسرت وغیرہ کے دلچسپ اور پرمعلومات مضامین نظم ونثر اس مین شائع ہوئے ہین، امید ہے کہ بچون کے لئے یہ ایک دلچسپ تحفہ ثابت ہوگا،

اجمل کا سالگرہ نمبر، بمبئی اڈیٹر جناب حارث جناب نعمانی، ۹ صفحات تقطیع ۲۶×۲۰ قیمت ۸؍ پتہ دفتر اجمل پریس بلڈنگ بمبئی نمبر ۹،

بمبئی کے قوم پرور اخبار اجمل کا پودا، مسیح الملک حکیم اجمل خان مرحوم کی یادگار مین چند نوجوانون
کے ہاتھون بمبئی مین نصب ہوا تھا، اس کی عمر کے چھ سال پورے ہو چکے ہین، ہر سال کے خاتمہ پر بطور
سالگرہ یہ اپنا خاص نمبر نکالتا ہے، چنانچہ اس سال ۳۵ئ؁ مین بھی ماہ اکتوبر مین اس کا سالنامہ نکلا ہے،
اس کے شروع مین ملک کے مشاہیر مولٰنا حسین احمد، ڈاکٹر انصاری، مسز کملا دیوی چٹوپادھیا، ڈاکٹر سید
محمود، لے اکے نریمان، سید عبد اللہ بریلوی، ڈاکٹر ذاکر حسین، اور تصدق احمد خان شیروانی وغیرہ کے پیامات
تہنیت شائع ہوئے ہین، مضامین مین نمایان امتیاز چار مشہور درسگاہون کی سرگذشت کو حاصل ہے،
دار العلوم دیوبند، مسلم یونیورسٹی، دار العلوم ندوۃ العلماء، اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے حالات مختلف لوگون
نے لکھے ہین، دار العلوم دیوبند کے ذکر مین مولٰنا شبلی مرحوم کا بے محل تذکرہ آیا ہے، کہ انھین کبھی اس سے
تعلق نہین رہا، اور مسلم یونیورسٹی کے تذکرہ مین ڈاکٹر ضیاء الدین کے اہم خدمات فراموش کر دیئے گئے ہین،
اسی طرح سیاسی ادارہ انڈین نیشنل کانگریس کی سرگذشت لکھی گئی ہے، نیز مختلف ادبی، تاریخی اور اصلاحی
مضامین ہین، "قومیت پر ایک تاریخی نظر" کے عنوان سے ڈاکٹر قاضی عبد الحمید ایم اے، پی ایچ ڈی کا
مضمون ہے، "مسلمانون کی نااہلی کا غلط اور تباہ کن تخیل" کے عنوان سے مسلمانون کے اس خیال کی تردید کیگئی ہے
کہ وہ ہندوستان مین دوسری قومون سے مختلف حیثیات کے لحاظ سے پست ہین، مقالہ نگار نے صحیح طور پر
اس غلط تخیل کے مضر اثرات دکھائے ہین، "ایک مغنی کا ایثار" کے عنوان سے مولوی عبد السلام قدوائی ندوی
نے مشہور عرب مغنی مالک بن ابی السمح کے بعض حالات لکھے ہین، جناب سید نجیب اشرف صاحب ندوی
پروفیسر اسمٰعیل کالج نے شہر بمبئی کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند کئے ہین، اسی طرح چند نظمین اور غزلین شائع
ہوئی ہین، مختلف مشاہیر اور مشہور عمارتون وغیرہ کی تصویرین چھپی ہین، مجموعی حیثیت سے یہ ایک اچھا
خاصہ مجموعہ ہے، خدا اسکی عمر مین برکت عطا فرمائے، "ش"

مطبوعات جدیدہ

مسلمانوں کی صنعت حرفت زراعت تجارت، از مولوی محمد جمیل الرحمٰن صاحب ایم اے،
پروفیسر تاریخ اسلامی، عثمانیہ یونیورسٹی، ناشر کتابستان، الہ آباد، ۱۳۰ صفحے قیمت مجلد عہ،

مولوی جمیل الرحمٰن صاحب اسلامی تاریخ کی مفید خدمت انجام دے رہے ہیں، وہ عربی تاریخ کی ایک سے زیادہ مستند
کتابیں اردو میں منتقل کر چکے ہیں، اب انھوں نے فان کریمر کی مشہور خلفا کے زمانہ کی مشرقی تہذیب کی تاریخ کے ایک باب کا ترجمہ
ایک کتاب کی شکل میں کیا ہے، یہ گویا اسلامی معیشت کی مختصر تاریخ ہے، اسمیں مسلمانون کی تجارت صنعت، حرفت، اور زراعت
کے حالات بہ ترتیب بیان کئے گئے ہیں، کتاب کا آغاز مسلمانون کے تجارتی راستوں کے ذکر سے ہے جنمیں ایشیا افریقہ اور یورپ
کو جانے والے مسلمانوں کے تجارتی راستے دکھائے ہیں، پھر چین میں عربی وفود کے پہنچنے کا تذکرہ کیا ہے، اسی میں ان تحائف کی
فہرست ہے، جو عربون نے چین میں پیش کئے، اور اسی کو تمہید قرار دیکر ان تحائف کی صنعت کا ذکر چھیڑ گیا ہے، اور پھر اس سلسلہ
میں شیشہ آلات کی صنعت اور اسلحہ سازی کا بیان ہے، پھر پارچہ بافی کے ذیل میں انواع و اقسام کے کپڑون پردون فرش
اور قالین کے بننے کا ذکر ہے، پھر چٹائیاں بننے، خیمہ بنانے، اور زیورات گڑھنے کا تذکرہ ہے، پھر غواصی و ماہی گیری کا ذکر آیا ہے، سکے
بد و صنعت ترصیع، اور جواہرات کے استعمال، ہاتھی دانت اور لکڑی کے سامان، اسی طرح طلاکاری، مصوری، کاغذ سازی، جلد
سازی تجارت کتب، کتابت، عطر سازی اور سامان تکلفات کا الگ الگ تذکرہ کیا گیا ہے، اس کے بعد عربوں کی زرعی ترقیوں
کا بیان ہو اور آخر میں یورپی زبانوں میں عربی الفاظ کے داخل ہونے کو دکھایا ہی،
ماخذوں کے حوالے درج ہیں، ماخذوں میں زیادہ حصہ عربی کی متداول کتابوں کا ہے کہیں کہیں عربی الفاظ و اسماء کی
شہادت سے تہذیب و تمدن کا سراغ لگایا گیا ہے، بعض جگہ مترجم نے اپنے مفید حواشی بھی بڑھائے ہیں، یہ ترجمہ اصل جرمن زبان سے

کیا گیا ہے، اگرچہ نئے ماخذوں سے دستیاب ہونے، اور انہی قدیم متداول ماخذوں میں نئی تحقیق و جستجو سے اس موضوع کے مسائل
آج بہت آگے بڑھ چکے ہیں، تاہم یہ ایک مشہور مستشرق کی بلند پایہ تصنیف کا ترجمہ ہے، اسلئے یہ اردو میں ایک کارآمد اضافہ ہے،
ہے کہ جناب مترجم اس کتاب کے مزید ابواب بھی اردو میں منتقل کرکے ہمارے مزید شکریہ کے مستحق ہوں گے،

کتاب میں کثرت سے عربی الفاظ بھی آئے ہیں، مترجم نے ان کی محنت کے ساتھ تصحیح کی ہے، لیکن بعض الفاظ کی تصحیح
محل نظر ہے، مثلاً ایک یورپی لفظ "پے پی رس" کی توضیح توسین میں "فافیر" لکھی گئی ہے، بتایا ہے کہ یہ ایک قسم کی مصری گھاس
جس سے کاغذ بنایا جاتا تھا، لیکن قدیم عربی ماخذوں میں اس مصری گھاس کا نام "بیبرس" اور کہیں "بردیہ" ہے، (ابن حوقل، مقریزی
یہ وہی لفظ ہو، کتاب میں کتابت کی غلطیاں افسوسناک حد تک ہیں، "ر"

وفاکی دیوی

از مولانا کیفی چریاکوٹی شائع کردہ رائے صاحب لالہ رام دیال اگروالا، الہ آباد، ۱۳۲ صفحے، قیمت عمر

مولانا کیفی چریاکوٹی کی ذات تعارف کی محتاج نہیں، موصوف بیس بائیس سال سے اردو ادب کی خدمت میں مصروف
ہیں، پیش نظر ڈراما وفاکی دیوی جس کا پلاٹ الف لیلہ کے ایک قصہ سے لیا گیا ہے، اور جو محض افسانہ کی حیثیت سے کوئی دلکشی
نہیں رکھتا، مولانا کی کاوش سے فن ڈراما پر ایک دلچسپ کتاب بن گیا ہے، مقدمہ میں مولف نے ڈراما کی حقیقت اس کے اجزائے
ترکیبی اور اسکی تاریخ پر ایک بحث کی ہے، پھر مشرق و مغرب کی مختلف زبانوں کے ڈراموں پر تبصرہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا
ہے، کہ موصوف کو اپنی زبان کے علاوہ غیر زبانوں کی انشائے لطیف اور ڈراموں پر بھی معقول دسترس حاصل ہے،

وفاکی دیوی یا نور و نار الف لیلہ کے قصہ نورالدین اور مریم زناریہ سے ماخوذ ہے، مولف نے اس قصہ میں تصرف کرکے ڈرامے
کی شکل دی ہے، جس میں دکھایا گیا ہے، کہ انسان فطرۃً شر سے بچنا چاہتا ہے، لیکن بری صحبت کے اثر سے بدی میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر
گناہ کے نتائج سے باخبر ہونے کے بعد پشیمانی اور افسوس کی کیفیت طاری ہوتی ہے، اور یہی کیفیت بالآخر اصلاح کا ذریعہ بنتی
ہے، نورالدین اور مریم کے عشق کا افسانہ کوئی غیر معمولی افسانہ نہیں، البتہ ڈاکوؤں کی سازش سے فوج اور رعایا کا باغی ہو کر بادشاہ کو
گرفتار کر لینا ضرور ایک غیر معمولی واقعہ ہے، مولانا کی نظمیں اور ہندی کے دوہے اور بھجن بہت پر لطف ہیں، پر مذاق حصہ بھی دلچسپ ہے،
یہ ڈراما اپنے نتیجہ کے اعتبار سے ٹریجیڈی نہیں کامیڈی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ "افراد ڈراما" کے تحت میں ٹریجک کا عنوان

کاتب نے غلطی سے لکھ دیا ہے، غالباً دوسرے صفحہ پر کامک کے عنوان سے اسکو غلط فہمی ہوئی ہے، اسی طرح "وفاکی دیوی" کے
بجائے اگر ڈرامے کا نام "نور و نار" ہی ہوتا، تو بہتر تھا، ممکن ہے کہ ٹائٹل پیج کی تصویر کی رعایت سے مولف نے اس نام کو ترجیح
دی ہو، لیکن یہ تصویر خود اس قابل نہیں کہ کسی دیوی کے ساتھ منسوب کی جائے، وفاکی دیوی تو ایک نہایت محترم ہستی ہو
بمبئی کی ایک فلم کمپنی نے اس ڈرامے کو براڈکاسٹ بھی کر دیا ہے، یہ اسکی مقبولیت کی ایک واضح دلیل ہے، "ع ز"

راسپوٹین

ترجمہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی، ۱۰۴ صفحات، تقطیع چھوٹی کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ قیمت مر
پتہ جناب قمرالدین صاحب سید آبادی، دفتر ہند نمبر ۲۰۱ے چترنجن ایونیو، کلکتہ،

راسپوٹین، جنگ عظیم کے زمانہ میں روس کا مشہور عیاش راہب تھا، وہ ایک طرف اپنے ساحرانہ تقدس سے زار و زارینہ
روس کو اپنا گرویدہ بنائے تھا، اور دوسری طرف اپنی شاطرانہ چالوں سے، روس میں شرمناک قسم کی عیاشی کا وسیع جال بچھائے تھا،
پھر کہا جاتا ہے، کہ یہ حکومت جرمنی کا جاسوس بھی تھا، اور اوس نے زارینہ کے ذریعہ حکومت روس کی کلید اپنے ہاتھ میں لے لی
تھی، اور اپنی پُرفریب زاہدانہ زندگی کو آڑ بنا کر اپنے مفید مطلب ایسے محیرالعقول کارنامے انجام دیئے، کہ ان کے
ذریعہ روس کی عظیم الشان سلطنت برباد ہوئی، اسی کی زندگی کی سیاہ کاریاں فسانہ کے رنگ میں بہت دلچسپ انداز میں ایک
انگریزی تصنیف میں دکھائی گئی تھیں، اس کا اردو ترجمہ ہفتہ وار ہند کلکتہ میں باقساط نکلتا رہا، اور اب وہ رسالہ کی شکل میں
شائع ہوا ہے، اس میں اس راہب کے روس میں آنے سے اس کے قتل ہونے تک کے واقعات ہیں، ترجمہ سلیس اور روان
اور کتاب دلچسپ اور مطالعہ کے لائق ہے، کتاب مصور شائع ہوئی ہے،

حقیقت حج

از جناب منظور علی صاحب تائب، آرمی پریس شملہ ۲۰۴ صفحات قیمت عمر

یہ کتاب مولف نے سفر حج کے بعد لکھی ہے، اس میں حج اور اس کے سفر سے متعلق جملہ معلومات فراہم کرنیکی کوشش
کی گئی ہے، کتاب کے مباحث کا اس کے عنوانوں سے اندازہ ہو سکتا ہے، مثلاً "احکام اسلام" "حج اور اوسکی ضرورت" "احکام
فرضیت حج" "آغاز سفر" "سفر کے ضروری ہدایات" "مسائل سفر حج" "حجاج کیلئے اسمبلی کے منظور شدہ قوانین" اس کے بعد گھر سے
روانگی سے لیکر حج و زیارت سے فارغ ہو جانے تک کے مفصل واقعات و حالات علحدہ علحدہ عنوانوں میں درج ہیں، اسی

ضمن میں سلام اور دعائیں وغیرہ لکھی گئی ہیں، پھر شام و عراق کے راستے ہندوستان کو واپسی دکھائی ہے، اور مشہور اسلامی

مقامات کے حالات لکھے ہیں،

کتاب میں جابجا مختلف اسلامی مسائل و معاملات پر مصنف نے اپنی اصلاحی رائیں اور تجویزیں بھی لکھی ہیں، بہتر

ہوتا، کہ ان اصلاحی خیالات کو ساری کتاب میں پھیلا دینے کے بجائے ان کو کسی ایک باب میں ظاہر کیا جاتا، اور بعض ان

خیالات اور رایوں میں بعض چیزیں محلِ نظر اور لائق بحث تھیں اس لئے ان مسائل کیلئے اگر کوئی جداگانہ مستقل کتاب

لکھی جاتی تو زیادہ بہتر تھا، اس طرح یہ کتاب حاجیوں کیلئے بہترین رہنما بنتی، بہرحال حجاج اسکی موجودہ شکل سے بھی ان امور

نظر امور سے قطع نظر کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اور اسی افادۂ عام کیلئے مصنف نے کتاب کی تقریبًا پانسو صفحات کی ضخامت

ہونے کی باوجود اسکی قیمت صرف ایک روپیہ رکھی ہے،

روحِ اسلام از جناب عبید اللہ خاں صاحب قدسی، پرشین پروفیسر سناتن دھرم انٹر کالج، بیاور، ۱۱۲ صفحات تقطیع

چھوٹی قیمت عہ، پتہ مولوی فضل اللہ خانصاحب بیاور، راجپوتانہ،

یہ رسالہ اسکولوں کے طلبہ کیلئے لکھا گیا ہے، اور اس میں طلبہ کے سامنے اسلام کا عطر پیش کرنے کی کوشش کی گئی

ہے، اسلامی عقائد، تعلیمات اور اکابر اسلام کے حالات چار بابوں میں پیش کئے گئے ہیں، اولاً اسلام کے عقائد سمجھائے

گئے ہیں، پھر صوفیہ کے حالات اور تصوف کی تعلیمات درج ہیں، اسکے بعد شہداء کے سوانح حیات ہیں، اور آخری باب میں

اسلام کی اخلاقی تعلیمات درج ہیں، زبان سہل اور آسان ہے، اسکا مطالعہ طلبہ کیلئے مفید ہوگا،

المعیشۃ الباقیہ ترجمہ دیوان ابی العتاھیہ از مولوی محمد ایوب صاحب عثمانی، فاضل

اورنگ آباد ضلع گیا، ۲۰۵ صفحات قیمت عہ

ابو العتاھیہ کا دیوان صوبہ بہار کے عربی مدرسوں کے نصاب میں داخل ہے، اس رسالہ میں دیوان کے بقدر حصہ نصاب

(تا ردیف دال) کا اردو ترجمہ اور شرح ہے، متن میں ہر شعر کا اردو ترجمہ درج ہے، اور حاشیہ میں لغات کی تحقیق اور شعروں

کی نحوی ترکیب کی تشریح کیگئی ہے، ترجمہ صاف سلیس اور رواں ہے، معلوم نہیں رسالہ کا نام المعیشۃ الباقیہ کس مناسبت

سے رکھا گیا ہے، شروع میں ابو العتاھیہ کے مختصر حالاتِ زندگی لکھے گئے ہیں،

کلامِ ربانی، از جناب پنڈت یوگی راج صاحب نظر سوہانوی، حجم ۵۵ صفحات، قیمت عہ، پتہ: جناب نظر

سوہانوی، بتوسط بی، ایل، بجلی، بانس کا پھاٹک، بنارس،

یہ بھگوت گیتا کا منظوم اردو ترجمہ ہے، ہر باب کی تعلیمات کا خلاصہ ایک ایک باب میں کیا گیا ہے، شروع میں مترجم

کا ایک والہانہ مقدمہ ہے، اس میں کرشن جی کو رب العالمین وارحم الراحمین وغیرہ سے خطاب کر کے ان سے مختلف دعائیں

اور التجائیں کیگئی ہیں، ترجمہ سلیس و رواں ہے،

حیات بعد الممات، از جناب حکیم نذیر احمد صاحب ناظم انجمن اجرائے مکاتب، گورکھپور، ۲۰ صفحات

تقطیع چھوٹی، قیمت ۳ر

اس رسالہ میں موت کے بعد آیندہ زندگی کے ثبوت میں صحیح بنیادوں اور صحیح اصول پر عقلی دلائل فراہم

کئے گئے ہیں، رسالہ دلچسپ مدلل اور معقول ہے، رسالہ پر استاذ محترم مولانا سید سلیمان ندوی نے نظر ثانی فرمائی ہے،

تحفۂ معراج شریف، از جناب خان بہادر حاجی رحیم بخش صاحب، ایم اے، پنشنر ڈسٹرکٹ و سشن

جج فرید کوٹ روڈ لاہور حجم ۱۳ صفحے،

اس رسالہ میں آیاتِ قرآنی سے معراجِ جسمانی کے دلائل و شواہد یکجا کئے گئے ہیں،

مبادی القرأۃ الرشیدہ، (جزو اول) از جناب صدر الدین بی، اے، بی ٹی، ناشر میکملین اینڈ

کمپنی کلکتہ، ۵۰ صفحات،

یہ رسالہ اسکولوں کی عربی جماعتوں کے پہلے درجہ کیلئے لکھا گیا ہے، اس میں عربی نحو و ادب پر اسباق درج ہیں،

آسان تختۂ تعلیم قرآن، تقطیع ۱۵×۲۴، پتہ جناب خان بہادر ایم عبد الکریم، مالک کریم بیٹری فیکٹری منڈی، مراد آباد

یہ ایک تعلیمی تختہ یا نقشہ ہے، جو قرآن مجید کی تعلیم عام کرنے کے لئے شائع کیا گیا ہے، پہلے مفرد حروف کی مختلف

شکلوں کے خانے ہیں، پھر اعراب دکھائے ہیں، اس کے بعد مرکب حروف کے خانے ہیں، پھر مسلسل آیات درج ہیں،

قرأت کی علامات کی تشریح کیلئے ایک مستقل خانہ ہے، ۵ پائی محصول ڈاک بھیجکر مفت منگا سکتے ہیں،

اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں، مرتبہ مولوی محمد حسین صاحب محوی لکھنوی ضخامت ۵۰ صفحات، تقطیع چھوٹی، قیمت ۱۔ مہ مکتبہ جامعہ دہلی،

اسمیں اسلامی تاریخ اور اکابر اسلام کے مختصر واقعات بچوں کیلئے دلنشین پیرایہ میں لکھے گئے ہیں،

تعلیمی کھیل، از جناب محمد عبد الغفار صاحب مدھولی، ۸۰ صفحات، تقطیع چھوٹی، قیمت ۶ر مکتبہ جامعہ دہلی،

اس رسالہ میں کھیل کود ہی میں بچوں کو تعلیم کی کارآمد باتیں سکھانے کے طریقے بتائے گئے ہیں،

استانی کی کہانیاں، اخلاقی کہانیاں، دادا کی موت، گھر کی حکومت، حیوان نما انسان، پاؤں کے نیچے جنت، از جناب میاں سلطان احمد وجودی، قیمت بترتیب ۲ر، ۲ر، ۱ر، ۱ر، ۱ر، ۱ر، پتہ منیجر صاحب نظامیہ بک ڈپو، بٹالہ، (پنجاب)

یہ چھوٹے چھوٹے افسانے ہیں، جو اخلاقی و معاشرتی اصلاح کے لئے لکھے گئے ہیں، بعض رسالوں میں بچوں کے لئے متعدد چھوٹے چھوٹے قصے ہیں،

تحریف بائبل، از مولوی محمد ابراہیم صاحب مسلم مشنری الہ آبادی، نمبر ۱۰ نخاس کہنہ الہ آباد، ۱۶ صفحات قیمت ار

یہ ایک مختصر کارآمد رسالہ ہے، اس میں انجیل کی تحریفات پر یورپ کے اکابر کے اقوال اور موجودہ انجیلوں کے اختلافات اقتباسات کے ذریعہ دکھائے گئے ہیں، مناظرات سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے یہ رسالہ دلچسپ ثابت ہوگا،

بچوں کی نظمیں، از جناب سعید انصاری صاحب بی اے (جامعہ) ۶۲ صفحات تقطیع چھوٹی قیمت ۵ر مکتبہ جامعہ دہلی،

اسمیں چھوٹے بچوں کیلئے سہل اور پر اثر نظمیں جمع کی گئی ہیں، آخر میں مشکل اور نامانوس الفاظ کا فرہنگ درج ہے،

حسن القرآن فی تجوید القرآن، از مولوی قاری محمد حسن صاحب ۳۲ صفحے ۲ر پتہ قاری احمد حسن صاحب مہتمم مدرسہ احمدیہ، کوٹھی میم واقع باڑہ ہندو راؤ، دہلی،

اس رسالہ میں فن تجوید کے قواعد سہل زبان میں بچوں کیلئے لکھے گئے ہیں،

"س"

جلد ۳۵ | ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۳۵ء | عدد ۳

مضامین